باب#۱۰۲

مہار پکڑے بہار آئی!

۹۳: سُوْرَۃُ الْاَنْعَام[۶ ــ ۷: واذا سمعوا، ۸: ولواننا]

۹۷ حق کے غلبہ کی جس بشارت کا مذاق اُڑایا گیا، وہ قریب آ لگی ہے

۹۹ سارے جھوٹے مشکل کشاؤں اور کارسازوں کے مقابلے میں ایک اللہ!

۱۰۲ اتمام حجت بس ہوا چاہتا ہے

۱۰۴ قوموں کی آزمایش کے باب میں اللہ کی قدیم سنّت

۱۰۶ اہلِ ایمان کے ساتھ اُن کے قائد کے روّیہ کا رول ماڈل

۱۰۸ شرک کی آڑ میں مذہبی قیادت اور ذی اقتدار طبقہ زمین پر فساد برپا کرتا ہے

۱۰۹- آسمانی عذاب سے ماسوا اللہ کے عذاب کی ایک نوعیت

۱۱۲ اقامتِ صلوٰۃ کا حکم

۱۱۲ سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی سرگزشت سے بنو اسماعیل کو یاددہانی

۱۱۴ اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کا تذکرہ

۱۱۷ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بشر ہونے پر یہود اور قریش کا اعتراض

۱۲۱ اہلِ ایمان کے ذمے منکرین کو لازماً راہِ راست پر لانا نہیں ہے

۱۲۵ اکثریت معیارِ حق نہیں ہوتی

۱۲۶ شہروں پر امامتِ فسّاق وفجّار

۱۲۸ سردارانِ قریش کے لیے رسوائی اور عذاب کے وعدہ کی تکرار

۱۳۷ غلبہ دین کا وقت قریب آ لگا ہے

۱۳۸ سورہ میں اہلِ مکہ سے اختتامی خطاب

۱۳۹ سورہ میں اہلِ ایمان سے اختتامی نصیحتیں

باب#۱۰۲

مہار پکڑے بہار آئی!

سورہ انعام کے زمانہ نزول پر ابنِ عباسؓ کی روایت روشنی ڈالتی ہے کہ پُوری سُورہ مکہ میں بیک وقت نازل ہوئی تھی۔اَسماءبنت یزید رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ''جب یہ سُورۃ نبی ﷺ پر نازل ہو رہی تھی اس وقت آپؐ اونٹنی پر سوار تھے، میں اس کی نکیل پکڑے ہوئے تھی اور بوجھ کے مارے اونٹنی کا یہ حال ہو رہا تھا کہ معلوم ہوتا تھا کہ اس کی ہڈیاں اب ٹوٹ جائیں گی۔'' اسمابنت یزید رضی اللہ عنہا ہجرت کے بعد ایمان لائی ہیں۔اس سے ظاہر ہے وہ اسلام اور نبی ﷺ کے بارے میں جاننے کے لیے مکہ میں قبولِ اسلام سے پہلے آئی ہوں گی اور یقیناً یہ حاضری بیعتِ عقبہ ثانیہ [۱۲ ذوالحجہ مطابق ۲۸ جون ۶۲۲ء] اور نبی ﷺ کی مکے سے یثرب روانگی [۲۷ صفر مطابق ۹ ستمبر ۶۲۲ء] کے درمیان واقع دوڈھائی ماہ میں ہوئی ہوگی، جب مدینے میں اسلام کا غلغلہ ہو رہا تھا اور لوگ آپؐ کو دیکھنے اور آپؐ کے بارے میں جاننے کے لیے بے چین تھے۔ابن عباسؓ کی اس روایت سے یہ معلوم ہو گیا کہ سُوْرَۃُ الْاَنْعَام مکی زندگی کے بالکل آخری، آخری دنوں میں نازل ہوئی ہے۔

۹۳: سُوْرَۃُ الْاَنْعَام [۶ — ۷: واذاسمعوا ۸: ولواننا]

[نزولی اعتبار سے ۹۳ویں، مصحف میں چھٹے نمبر پر، ۷ ویں پارے واذاسمعوا میں درج سُوْرَۃُ الْاَنْعَام]

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ساری تعریفیں اور شکریے اللہ ہی کے لیے ہیں جس نے آسمانوں اور زمین کو بنایا، روشنی اور تاریکیاں پیدا کیں، اس حقیقت کو جاننے کے باوجود اپنے پیہم انکار پر اڑے متکبرین، اللہ کو چھوڑ کر دُوسری ہستیوں کو اپنے رب کا ہم پلہ ٹھہرا رہے ہیں! وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر تم میں سے ہر ایک کے لیے اس دنیا میں زندگی کی ایک مدّت مقرر کر دی، اور ایک دوسری مدت خود اس ساری دنیا کے باقی رہنے اور پھر فنا کے بعد، حساب کتاب کے لیے دوبارہ تم سب کے اُٹھائے جانے کے لیے مقرر کر دی، مگر اے نادان انکاریو، تم لوگ ہو کہ اِس دن کے آنے کے بارے میں شک میں پڑے ہوئے ہو۔ سنو! ایک ہی ہستی ہے: اللہ العالمین کی، جس کی بادشاہت آسمانوں میں ہے اور ویسی ہی زمین میں بھی ہے، وہ تمھارے ظاہر و پوشیدہ سارے ہی احوال اور اُن اچھے اور برے اعمال سے خوب واقف ہے جو تم کرتے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۱ تا ۳]

حق کے غلبہ کی جس بشارت کا مذاق اُڑایا گیا، وہ قریب آلگی ہے

رسول اللہ ﷺ کی دعوت کا آغاز ہی اس بشارت کے ساتھ تھا کہ اس دعوت کو قبول کرنے کے نتیجے میں آخرت کی لازوال نعمتوں کے ساتھ عرب و عجم کی قیادت بھی تمھارے قدم چومے گی۔ منکرین اس کا خوب مذاق اُڑاتے تھے، ابھی چند ہفتوں بعد جب قریش کے سردار آپ ﷺ کے دروازے پر آپؐ کو قتل کرنے کے ارادے سے جمع ہوں گے تب بھی اسی بات کا ابو جہل نے خوب مذاق اُڑایا [صفحہ ۴۹۱ پر خط کشیدہ سطور کو دیکھیے] اِن مذاق اڑانے والے سرداران مکہ کو بتایا جارہا ہے کہ جلد اس مذاق کے انجام کو وہ جان لیں گے۔ جاہلوں کو کیا خبر تھی کہ مدینے میں ایک اسلامی اسٹیٹ جنم لے رہی ہے جو ایک سال بعد اِن کا سر پھوڑنے والی اور اِن تمام کے سر اِن کی گردنوں پر سے اُتارنے والی ہے۔ اگلی آیہ مبارکہ میں منکرین کے مذاق اُڑانے کا تذکرہ ہے، یہاں آخرت یا آسمانی عذاب کی دھمکیوں کا مذاق اُڑانا بھی مراد لیا جاسکتا ہے لیکن جن حالات میں سورۃ نازل ہوئی اُس میں یہ تاویل زیادہ موزوں ہے کہ جس غلبہ حق کی بشارت کا مذاق اُڑایا گیا ہے جلد ہی اُس کو پورا ہوتا دیکھ لیں گے۔

اِن منکرین کا تو یہ حال ہے کہ کائنات میں پھیلی اِن کے رب کی اُلوہیت و ربوبیت پر شاہد کوئی نشانی نہیں، جو اِن کے سامنے آئی ہو اور انھوں نے اُسے مان کر دیا ہو! اب جب اے محمدؐ، تم دعوتِ حق لے کر اِن کے پاس آئے ہو تو انھوں نے اس کو بھی جھٹلا دیا ہے۔ اچھا، تمھاری جانب سے حق کے غلبے کی جس خبر کا وہ اب تک مذاق اُڑاتے رہے ہیں جلد ہی اُس کے بارے میں سُن لیں گے۔ .... [مفہوم آیات ۴ تا ۵]

کیا اِن [اہلِ مکہ] کو نہیں معلوم، کہ ان سے پہلے کتنی ہی ترقی یافتہ اور باجبروت قوموں کو ہم ہلاک کر چکے ہیں، جن کو ہم نے زمین میں وہ پائے داری بخشی تھی جو تمھیں نہیں بخشی ہے [۶۳]، اُن کی سرزمینوں کو شاداب رکھنے کے لیے، اُن پر ہم نے آسمان سے خوب بارانِ رحمت برسایا اور نہریں جاری کر دیں، مگر جب انھوں نے اہلِ مکہ کی طرح انکارِ حق اور ناشکری کا رویہ اختیار کیا تو آخر کار ہم نے ان کو گناہوں کی پاداش میں ہلاک کر دیا اور ان کی جگہ دُوسری قوموں کو لے آئے۔ .... [مفہوم آیۃ ۶]

---

۶۳ جن معاشروں اور قوموں کو خالق کائنات، خوش حالی کی ہوا کے ایک جھونکے سے نہال کرتا ہے وہ گمان کرنے لگتی ہیں کہ شاید اُن سے بہتر دنیا میں کبھی کوئی گروہ گزرا ہی نہیں تھا۔ اُن کی خوشحالی، اُن کو اللہ کے مقابلے میں تکبر پر آمادہ کرتی ہے اور اُن کو اپنی عقل، وحی الٰہی اور اُلوہی رہ نمائی کے مقابلے میں زیادہ باوزن لگنے لگتی ہے۔ پھر جب اللہ کا کوڑا اُن پر برستا ہے تو وہ جو عالمی طاقتیں بن جاتی ہیں، آنِ واحد میں زمیں بوس ہو جاتی ہیں۔

اے ہمارے نبیؐ، اگر ہم [اِن منکرین کی نظروں کے سامنے] تمھارے اوپر کوئی کاغذ پر لکھی آسمانی کتاب بھی اتار دیتے اور یہ لوگ اسے اپنے ہاتھوں سے چُھو بھی لیتے تب بھی یہ لوگ یہی کہتے کہ یہ تو بس، جادُو ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ تم پر، آنکھوں کو نظر آنے والا کوئی فرشتہ کیوں نہیں اُتارا گیا۔ اگر یوں کھل کر ہم نے فرشتہ اُتار دیا ہوتا تو پھر انکاریوں کو کوئی مُہلت نہ دی جاتی، اور اِن پر ہلاکت کا فیصلہ تو کبھی کا نافذ ہو چکا ہوتا۔ اور اگر ہم اِن کو نظر آنے والا فرشتہ بھی، تمھارے ہم راہ کرتے، تو وہ بھی انسانی شکل ہی میں ہوتا اور یوں اُس کی صداقت پر شبہ میں مبتلا رہتے جس طرح تمھاری رسالت کے باب میں یہ آج متردد ہیں! اے محمدؐ، اِن کے اِس رویے کا کیا غم کہ تم سے پہلے بھی ہمیشہ رسُولوں کے ڈرانے کو مذاق ہی کا نشانہ بنایا گیا [64]، مگر انجامِ کار ان مذاق اُڑانے والوں پر وہ آفت مسلّط ہو کر رہی جس کا وہ مذاق اُڑاتے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۷ تا ۱۰]

قوموں کے عروج وزوال کے پسِ پردہ خالقِ کائنات کی سنّت وحکمت

ہر دور میں جب اہلِ حق اللہ کی ہدایت سے باغی اور سرکش انسانوں کو اللہ کے غضب سے ڈراتے ہیں اور اس عمل میں ایک عرصہ گزر جاتا ہے تو مشرک اور سیکولر مٹک مٹک کر گردنیں ہلاتے ہیں کہ بھائی وہ اللہ کے غضب کا جہاز کب لنگر انداز ہو گا؟ بتایا جارہا ہے کہ بے وقوفی نہ دکھاؤ اس نے تو رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے؛ جان لو اور مان لو، بلاشک وشبہ جو کچھ اللہ کا رسول کہہ رہا ہے وہ ہو کر رہے گا۔

اِن سے کہیے، ذرا زمین میں گھوم پھر [65] کر برباد قوموں کے آثار تو دیکھیں کہ رسولوں کی دعوت کو جھٹلانے والوں کا حشر کیا ہوا ہے۔ اِن سے پوچھیں، آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کی ملکیت ہے؟ جب اِس سوال کے جواب میں بغلیں جھانکیں اور آئیں بائیں شائیں کریں تو کہو، یہ سارا ہی کارخانہ اللہ کا ہے! انکارِ حق پر اپنی ڈھٹائی اور نافرمانیوں اور سرکشیوں پر نہ پکڑے جانے اور مہلت ملے جانے پر اللہ کی طاقت و قوت کے بارے میں دھوکا نہ کھاؤ، اس نے تو رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کر لیا ہے؛ جان لو اور مان لو، بلاشک وشبہ قیامت کے دن وہ تم سب کو

---

۶۴ اب جب کہ آنے والے چند ماہ میں مکہ میں مخاطبین پر اتمام حجت ہو رہی ہے، داعیانِ حق آنے والے مراحل سے بالکل بے خبر اور اپنی قوم کے رویے پر آزردہ ہیں، اللہ تعالیٰ دعوتِ دین کی سنت بیان کر رہے ہیں کہ مومنین ہرگز آزردہ نہ ہوں، ہر زمانے میں رسُولوں کے انکارِ حق کے انجام سے ڈرانے کو مذاق کا نشانہ بنایا گیا ہے۔

۶۵ آثار قدیمہ کی یہ سَیر، جو یہاں تجویز کی جارہی ہے، اِس سے مراد وہ جسمانی یا محض تصّوراتی سیر مراد ہے جس کے نتیجے میں عبرت حاصل ہوتی ہے، رہا عذاب رسیدہ اقوام کے آثار کی توصیف کرتے پھرنا، ابلیس کو لڈو کھلانا ہے۔

ضرور بالضرور اکٹھا کرے گا۔ جن لوگوں نے اپنی جانوں کے ساتھ نقصان کا سودا کیا ہے، وہی نرے جاہل ہیں کہ اِس حقیقت کو نہیں مانتے کہ ساری چیزیں، جن پر دن کا اُجالا اور رات کا اندھیرا چھاتا ہے سب اللہ ہی کی ہیں، وہ تو سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے۔ .... [مفہوم آیات ۱۱ تا ۱۳]

سارے جھوٹے مشکل کشاؤں اور کارسازوں کے مقابلے میں ایک اللہ !

کہیے، کیا اللہ کو چھوڑ کر میں کسی اور کو اپنا کارساز، مشکل کشا و حاجت روا بنالوں؟ اُس اللہ سے بے وفائی کر کے ایسا کروں، جو خالقِ ارض و سما ہے، جو سب کو رزق دیتا ہے اور کسی سے کچھ لیتا نہیں[٦٦]؟ اے محمدؐ! علی الاعلان کہیے کہ مجھے یہی حکم دیا گیا ہے کہ [چاہے میری بات کوئی مانے یا نہ مانے، انکار و طغیان کے اس طوفان میں آگے بڑھ کر]، میں اللہ کے سامنے سرِ تسلیم خم کردوں اور ہرگز مشرکوں میں سے نہ بنوں۔ کہیے کہ اگر میں اپنے رب کے اِس حکم کی نافرمانی کروں تو ایک بڑے ہی خوف ناک دن کی سزا سے ڈرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ اُس دن، جو سزا سے بچ گیا اس پر اللہ کا بڑا ہی کرم ہوا اور یہی اصل کام یابی و کام رانی ہے۔ سنو، اگر اللہ تمھیں کسی قسم کا نقصان پہنچانے کا ارادہ کرلے، تو خود اُس کے سوا کوئی نہیں، جو اس نقصان سے تم کو بچالے، اور اگر وہ تمھیں کوئی نفع پہنچائے تو، وہ تو ہر چیز پر قادر ہے[٦٧]۔ .... [مفہوم آیات ۱۴ تا ۱۷]

وہ اپنے بندوں پر قابو رکھتا ہے، بڑی حکمت والا اور باریک بین و باخبر ہے۔ اے محمدؐ، دعوتِ حق سے انکار کرنے والوں سے پوچھو، میرے تمھارے درمیان نزاع میں کس کی بات قولِ فیصل ہوسکتی ہے؟ اور پھر اِنھیں بتاؤ

---

٦٦ قریش کے جھوٹے خدا، جو بتوں کی شکل میں تھے، مشرکوں کے ہاتھوں بنے اور عزت پارہے تھے، نہ کسی کو اُنھوں نے بنایا تھا اور نہ کسی کو کچھ دے سکتے تھے، اپنے آگے چڑھائے ہوئے نذرانوں سے مکھی کچھ لے جائے تو اُس سے واپس تک نہ چھین سکتے تھے اور نہ وہ اُن نذرانے چڑھانے والوں کو کچھ دے سکتے تھے، اُن جھوٹے خُداؤں کی بالکل وہی کیفیت تھی جو مقبروں میں مدفون انسانوں اور مندروں میں رکھے بتوں کی ہوتی ہے۔ صاحبانِ قبر اور بُت اپنے مقبرے اور مندر تک تعمیر نہیں کرسکتے ہیں، اپنی عزت و توقیر اور نذرانوں کے لیے اپنے پوجنے والوں کے محتاج ہیں، اللہ کسی کا محتاج نہیں وہ سب کو نعمتوں سے نوازتا ہے۔

٦٧ نبی ﷺ ہر فرض نماز کے بعد اِن ہی معانی کے کلمات سے اللہ کو یاد فرماتے تھے: لَا إِلَهَ إلا الله وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ له، له الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وهو على كل شَيْءٍ قَدِيرٌ اللهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا أَعْطَيْتَ ولا مُعْطِيَ لِمَا مَنَعْتَ ولا يَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ [متفق علیہ]۔ ایک الٰہ واحد جس کا کوئی شریک و سہیم نہیں، جس کے لیے سارا اقتدار ہے اُسی کے لیے تعریفیں اور شکریے بھی ہیں، وہ ہر چیز پر قادر ہے، اے اللہ جس کو آپ عطا کرنا چاہیں اُسے کوئی منع کرنے والا نہیں اور جسے آپ محروم رکھنا چاہیں کوئی اُسے دینے والا نہیں، اور تیری بڑائی کے آگے کسی کی بڑائی نہیں چلتی۔

کہ وہ اللہ کی گواہی ہے۔ اللہ کی جانب سے یہ قرآن میری طرف وحی کیا گیا ہے تاکہ تم کو اور جس جس کو یہ پہنچے، سب کو انکارِ حق کے نتیجے میں دنیا اور آخرت کی تباہی سے ڈراؤں [۶۸]۔ کیا واقعی تم لوگ یہ کہتے ہو کہ اللہ کے ساتھ دُوسرے بھی معبود ہیں! انھیں صاف صاف بتادو کہ یہ پرلے درجے کا جھوٹ ہے میں اس کی گواہی ہرگز نہیں دے سکتا۔ اے محمدؐ، انھیں بتائیں کہ الٰہ [خالق، مالک، پالن ہار، کارساز اور معبود] تو بس وہی ایک اللہ ہے اور میں اُس کے ساتھ اُس سارے شرک سے قطعی بے زار ہوں، جو تم کرتے ہو۔ جن لوگوں [یعنی یہود و نصاریٰ] کو ہم نے کتاب [تورات اور انجیل] دی ہے وہ میری بات کی صداقت کو اور میری رسالت کو اس طرح بلا کسی شک و شبے کے جانتے ہیں جیسے اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔ مگر جنھوں نے اپنے آپ کو خود خسارے میں ڈال دیا ہے وہ اِسے جانتے بوجھتے نہیں مانتے۔ .... [مفہوم آیات ۱۸تا۲۰]

اللہ کے مقابلے میں فرضی معبود

اور اُس شخص سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا جو اللہ پر [اپنے ہم پلہ محبوب و مقرب ولی رکھنے کا] بہتان لگائے [۶۹]، یا ایسا شخص جو آفاق و انفس میں موجود اللہ کی نشانیوں کو جھٹلائے اور اللہ کی خلاقیت و ربوبیت کا انکار کرے۔ بے شک یہ ظالم شخص کبھی کام یابی نہ پائیں گے۔ اُس دن کا تصور کرو، جس دن ہم تمام لوگوں کو دوبارہ زندہ کرکے اکٹھا کریں گے اور پھر ان شریک ٹھہرانے والوں سے پوچھیں گے کہ تمھارے وہ شریک کہاں ہیں جن [کی کارسازی، حاجت روائی اور مشکل کشائی] پر تم کو بڑا زعم تھا؟ وہ لاجواب ہو کر اِس کے سوا کوئی جھوٹ نہ بک سکیں گے کہ اے ہمارے رب! تیری قسم ہم ہرگز مشرک نہ تھے۔ دیکھو، اُس وقت یہ کس طرح اپنے آپ پر جھوٹ بولیں گے [۷۰]،

---

۶۸ غور کرنے کا مقام ہے، ایسے ہی گزر جانے کی جگہ نہیں ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ، نزولِ قرآن کا مقصد یہ بتارہے ہیں کہ یہ قرآن نبی ﷺ کی طرف خالقِ کائنات کی جانب سے وحی کیا گیا ہے تاکہ وہ اپنے مخاطبین کو اور جس جس تک یہ پہنچے، اُن سب کو انکارِ حق کے نتیجے میں دنیا اور آخرت کی تباہی سے ڈرائیں۔

۶۹ مشرکین کا یہ ایک خاص طریق کار ہے کہ وہ پہلے اپنے لیے کچھ خود یا باپ دادا کے کہنے سے اپنے ہی جیسے زندہ یا مُردہ انسانوں کو بڑا پہنچا ہوا تسلیم کرلیتے ہیں، اتنا پہنچا ہوا کہ وہ اللہ سے روزِ قیامت جھگڑا کریں گے مچل جائیں گے، جب تک سارے مرید اور معتقدین جنت میں نہ چلے جائیں گے وہ [نعوذ باللہ] اللہ کے اصرار کے باوجود جنت میں نہ گھسیں گے اور پھونک ماریں گے تو آتشِ دوزخ کو سرد کردیں گے، اللہ پر اُن کا ایسا زور چلتا ہے گویا وہ خالق کے معبود ہیں نعوذُ باللہ کیوں کہ وہ خدا میں گم ہو کر اُس کے وجود کا حصہ ہیں۔ ثم نعوذُ باللہ۔

۷۰ یہ شرک کرنے والے تمام مشرکین کی عالم بدحواسی کی ایک کیفیت کا بیان ہے، جس میں بے ساختہ جھوٹ اُن کے مونہوں سے ٹپکے گا، جب وہ اپنے جھوٹے معبودوں کو غائب پائیں گے۔ جب کہا جاتا ہے کہ اُس دن جھوٹ بولنا ممکن نہ ہوگا تو اُس کے

اور وہاں وہ اپنے سارے بناوٹی جعلی خداؤں کے دعووں کو گم پائیں گے۔ .... [مفہوم آیات ۲۱ تا ۲۴]

شرک پر اصرار کے نتیجے میں مشرکین کی بدنصیبی کی انتہا

منکرین، حق کا پیہم انکار کر کے جہالت کے اس درجے پر پہنچ جاتے ہیں کہ کوئی دلیل اِن کے دماغوں میں فٹ نہیں ہوتی، حق کو بیان کرنے والی آیات اور دلیلیں اِن کے کانوں کو محض آواز کا شور مہیا کرتی ہیں جیسے بھینس کے آگے بین بجے اور وہ کچھ سمجھ نہ سکے۔

اِن منکرین میں سے بعض کی حرماں نصیبی کا عالم یہ ہے کہ تمھاری بات غور سے سُنتے ہیں مگر تکبر، پیہم انکار اور ہٹ دھرمی کے سبب اب یہ اُس منزل پر پہنچ چکے ہیں جہاں ہم نے اُن کے فہم و شعور کو ماؤف کر دیا ہے جس کی بنا پر تمھاری بات کو کچھ سمجھ ہی نہیں پاتے،اِن کی شامتِ اعمال کہ ہم نے اِن کے کانوں کو ہر چند کہ قوتِ سماعت رکھتے ہیں، تمھاری بات سننے سے بہرا کر دیا ہے۔ اب یہ خواہ کوئی نشانی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں، بصیرت نہ پائیں گے۔اِن کے دل و دماغ پر بندش [ختمِ قلوب] کی حد یہ ہے کہ جب وہ تمھارے پاس آکر تم سے جھگڑتے ہیں تو ساری باتیں سننے کے بعد یہی کہتے ہیں کہ یہ تو بس گزرے ہوئے لوگوں کے فسانے ہیں۔ .. [مفہوم آیۃ ۲۵]

اِن کی نحوست اِن پر ختم نہیں ہوتی، یہ دعوتِ حق کو قبول کرنے سے لوگوں کو بھی روکتے ہیں جیسے خود بھی اس سے دُور بھاگتے ہیں۔ وہ اس خام خیالی میں ہیں کہ اس طرح سے وہ تمھارے مشن کو ناکام بنا رہے ہیں؛ درحقیقت وہ خود اپنی ہی تباہی کا سامان کر رہے ہیں مگر نہیں جانتے۔ کاش تم اس وقت کی حالت دیکھ سکتے جب یہ کفر کی لیڈری کے جرم میں دوزخ کے کنارے کھڑے کیے جائیں گے اور کہہ رہے ہوں گے کہ کاش، ہم دنیا میں واپس بھیج دیے جائیں تاکہ وہاں اہلِ حق کی تصدیق کریں، اپنے پروردگار کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور ایمان والوں میں سے ہو جائیں .... [مفہوم آیات ۲۶ تا ۲۷]

اب دنیا میں واپسی کا مطالبہ محض اس لیے ہے کہ اُن کی خباثتِ نفس ظاہر ہو گئی جس پر وہ دنیا میں اپنے تکبر، مال

معنی یہ ہوتے ہیں کہ وہاں جھوٹ کارگر نہیں ہوگا، چل نہیں سکے گا، کیوں کہ ربُّ العالمین، سارے اعمال کا سمعی و بصری ثبوت، دنیاوی زندگی کی ویڈیو فلم سے مہیا کر دے گا نہ صرف یہ بلکہ کراماً کاتبین کی مستند گواہی [documented evidence]ہو گی؛ جھوٹ ہرگز کارگر نہ ہوگا۔ یہ بات ضرور پیشِ نظر رہے کہ یہاں وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ میں لفظ مشرکین عام ہے، خواہ وہ آخرت کے انکاری ہوں، اہلِ کتاب ہوں یا اہلِ قرآن؛ اگر شرک کریں گے تو پکڑے جائیں گے، اور وہاں یہ جھوٹ بولیں گے وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ۔

وجاہ اور چرب زبانی کے بل پر دلیل بازی سے پردہ ڈالا کرتے تھے، اگر اُنھیں سابق زندگی کی طرف لوٹایا جائے تو یہ پھر وہی کریں گے جس سے اُنھیں ہمارے رسولوں کے ذریعے منع کیا جاتا رہا تھا، یہ پرلے درجے کے جھوٹے ہیں۔ آج یہ منکرین کہتے ہیں کہ دنیا کی زندگی ہی سب کچھ ہے اور ہم مرنے کے بعد ہرگز نہ اٹھائے جائیں گے۔ کاش، تم وہ منظر دیکھ سکتے جب یہ اپنے رب کے حضور کھڑے ہوں گے اور اُن کا رب اُن سے پوچھے گا، کیا یہ دوبارہ زندگی اور حساب کتاب، جس کی خبر تمھیں رسول دیتے رہے حقیقت نہیں ہے؟ وہ جواب دیں گے، ہاں، ہمارے رب کی قسم، یہ حقیقت ہے۔ وہ فرمائے گا، اچھا! تو اب اُس عذاب کا مزا چکھو، جس کے تم انکاری تھے!

[مفہوم آیات ۲۸تا۳۰] ....

یہ دُنیا کی زندگانی تو محض ایک کھیل تماشا ہے

یہ دُنیا کی چند روزہ فانی زندگی اور اس کے سارے لوازمات اُس بڑی اور ہمیشگی کی آخرت کے مقابلے میں تو کوئی حیثیت ہی نہیں رکھتے۔ وہاں کے عیش اور آلام کے مقابلے میں دنیا کے عیش اور دنیا کی مصیبتیں تو محض ایک کھیل تماشا ہیں۔ حسن، جوانی، عیش، آرام، عزت وجاہ اور دل چسپیاں سب انتہائی عارضی اور وقتی ہیں، اسی طرح یہاں کی تکلیفیں، مصائب، پریشانیاں، بیماریاں، ذلت ورسوائی بھی۔

بلاشبہ وہ لوگ بڑے نقصان میں رہے جنھوں نے اللہ سے اِس ملاقات کا انکار کیا۔ جب اچانک قیامت کی گھڑی آپہنچے گی تو اِس کے انکاری اپنے گناہوں کے بوجھ اپنی پیٹھوں پر اُٹھائے کہہ رہے ہوں گے، افسوس! ہم سے اس معاملے میں کیسی بڑی غلطی ہُوئی۔ خوب سن لو! کیسا بُرا بوجھ ہوگا جو وہ اُٹھا رہے ہوں گے۔ یہ دُنیا کی زندگی تو محض ایک کھیل تماشا ہے اور آخرت کا گھر تو بس اُن لوگوں کے لیے بہتر ہے جو اللہ سے ڈرتے اور گناہوں سے بچتے ہوئے دنیا میں زندگی گزارتے ہیں، لوگو، پھر کیا تم عقل سے کام نہ لوگے؟ اے محمدؐ! ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو باتیں چھانٹتے ہیں ان سے تمھیں تکلیف ہوتی ہے، لیکن سنو، درحقیقت یہ لوگ تمھیں نہیں جھٹلا رہے بلکہ یہ ظالم اللہ کے احکام کو ٹھکرا رہے ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۳۱تا۳۳]

اتمام حجت بس ہوا چاہتا ہے

نبوت کے اس تیرھویں برس کے اختتام پر یہ آیات نازل ہو رہی ہیں جب اتمام حجت بس ہوا چاہتا ہے یا ہوچکا ہے، اب خطاب آخر ہے، رسول اللہ ﷺ کو اور آپؐ کے صادق القول ساتھیوں کو تسلی ہے کہ تم سے پہلے بھی رسول اور اُن کے ساتھی ستائے گئے، انھوں نے ہمت نہ ہاری تم بھی نہ ہارنا، اُن تک بھی

ہماری مدد و نصرت پہنچی، تم بھی اللہ کی اس سنت سے بہرہ مند ہو کر رہو گے، ویسا ہی صبر کر کے دکھاؤ۔

اے محمدؐ، منکرین کی بے التفاتی، ناقدری اور ہٹ دھرمی پر اپنا دل نہ دکھاؤ، تم سے پہلے بھی رسُول جھٹلائے گئے ہیں، مگر اس جھٹلانے اور اُن ذہنی اور جسمانی اذیّتوں پر، جو اُنھیں دی گئیں، انھوں نے ہمت نہ ہاری اور صبر کیا، یہاں تک کہ اُنھیں ہماری نصرت پہنچ گئی۔ اللہ کی باتیں تو اٹل ہیں، کسی میں اُن کو بدلنے کی طاقت نہیں ہے۔ پچھلے رسُولوں کے ساتھ جو کچھ پیش آیا اس کی خبریں تمھیں پہنچ ہی چکی ہیں، دیکھو کس صبر و ہمت سے اُنھوں نے بے پرواہ ہو کر اپنا کام کیا۔ .... [مفہوم آیۃ ۳۴]

اگلے سلسلہ کلام میں اللہ تعالیٰ اپنے نبیؐ کے دل سے اُن ہٹ دھرم معاندینِ حق کے بارے میں، جو گزشتہ ۱۳ برس سے انکار و مخالفت پر ڈٹے تھے ہدایت کی تمنا اور امید کو منقطع کر دیتا ہے۔

تاہم، اے ہمارے رسولؐ، اگر اپنی قوم کی جانب سے انکار و ناقدری و بے رخی، تم سے برداشت نہیں ہوتی تو، اگر تم زمین میں کوئی سرنگ کھود سکو، یا آسمان میں کوئی سیڑھی لگا سکو تو کر گزرو[۷۱] تاکہ ان انکاریوں کے پاس کوئی معجزہ لے آؤ۔ اگر اللہ چاہتا تو ان سب کو ہدایت یاب کر دیتا، تم مغلوبِ جذبات لوگوں میں سے نہ بنو۔ اے محمدؐ تمھاری یہ خواہش کہ ساری قوم اسلام قبول کر لے اپنی جگہ، تمھارے پیش کردہ اسلام کی دعوت کو تو وہی دلِ زندہ رکھنے والے لوگ قبول کریں گے جو سُننے والے ہیں[۷۲]، رہے دلِ مردہ رکھنے والے مردے اُنھیں تو ایک دن اللہ ہی اُن کے مقبروں سے اُٹھائے گا پھر سب اُس کی عدالت میں واپس لائے جائیں گے[۷۳]۔ منکرین کہتے ہیں کہ اِس نبی

---

۷۱ جو کچھ جس سختی اور انتہائے بے نیازی سے کلام ہے وہ اپنے الفاظ اور پیرائے سے بہت واضح اور ظاہر ہے۔ اگرچہ مدد و نصرت کی گھٹائیں تلی کھڑی تھیں، مگر اُس وقت میدانِ عمل میں مصروفِ جدوجہد، اللہ نے اپنے رسول اور مومنین کو قریب آلگی فتح و نصرت کا قطعاً کوئی علم نہیں دیا تھا۔ رسولؐ اور اُس کے ساتھیوں سے خالق کائنات برملا کہہ رہا ہے کہ تمھارا کام صرف اور صرف دعوتِ دین کی راہ میں صبر دجماؤ دکھانا ہے۔ مخالفین کے تمسخر، مطالبات، ایذارسانی سے نبٹنا ہمارا کام ہے۔ اگر تم نے اسے اپنا کام سمجھا ہے تو کچھ کر کے دکھاؤ! دراصل قرآن صرف اُس دور کے لوگوں اور مقامی حالات کے لیے ہی نہیں بلکہ تا قیامت راہِ حق کے راہیوں کی رہ نمائی کے لیے آیا ہے۔ کہا جا رہا ہے کہ نتائج کے تم ذمے دار نہیں ہو، لوگوں کو زبردستی ایمان کی طرف لے آنا نہ تمھارے ذمے ہے اور نہ ہی تم سے مطالبہ ہے اور نہ تمھاری استطاعت ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ ہمیں تمھاری کاوشوں کو کس طور بارآور کرنا ہے۔

۷۲ سُننے سے مراد غور کے ساتھ دلیل کو مان لینے کے ذہن کے ساتھ، نہ کہ ہٹ دھرمی سے انکاری ذہن کے ساتھ۔

۷۳ تاکہ جس، زندگی بعد موت کو سننے سے وہ کتراتے تھے،، وہ آخرت اُن کے سامنے مجسم ہو کر آجائے۔

پراس کے رب کی طرف سے کوئی بالکل فیصلہ کر دینے اور ہمیں قبولِ حق کے لیے عاجز کر دینے والی نشانی کیوں نہیں اُتاری گئی؟ کہو، اللہ بے شک ایسی نشانی دکھانے پر قادر ہے، مگر ایسی نشانی کے انجام سے ان میں سے اکثر لوگ بے خبر ہیں [۷۴]۔ کیا کائنات میں پھیلی بے ضرر نشانیاں کافی نہیں، زمین پر چلنے والے جانور اور فضا میں دونوں بازوؤں سے محوِ پرواز کسی پرندے کو دیکھ لو، یہ سب تمھاری ہی طرح کی جان داروں کی اَقسام میں سے ایک قِسم ہیں، ہم نے ان کی ڈیزائننگ اور بہ حدِ عمر کارکردگی کے نوشتے [تقدیر] میں کوئی کسر [minor error or deficiency] نہیں چھوڑی ہے [۷۵]، پھر یہ سب اپنے پروردگار کے پاس جمع کیے جائیں گے۔ ....

.... [مفہوم آیات ۳۵تا۳۸]

آسمانوں اور زمین میں ہر طرف اللہ کی نشانیاں ہی نشانیاں ہیں مگر جنھوں نے ہماری نشانیوں کو جھٹلایا ہے وہ تمھارے پیغامِ حق کو سننے کے لیے بہرے اور قبولِ حق کی صدا بلند کرنے کے لیے گونگے، جہالت کے اندھیاروں میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی توفیق عنایت کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے بھٹکنے کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔ انھیں خود اپنی انسانی نفسیات پر غور کرنے سے دلیل مہیا کرو؛ جب بھی کبھی تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت ٹوٹ پڑے تو کیا تم اُس لمحے اللہ کے سوا کسی اور کو پُکاروگے؟ اُس وقت تم اللہ ہی کو پُکارتے ہو نا! حق کی گواہی دو اگر تم سچے ہو! سنو، پھر وہ چاہتا ہے تو اُس عذاب کو ٹال دیتا ہے، جس کے لیے تم اپنے ٹھہرائے ہوئے شریکوں کو بُھول جاتے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۳۹تا۴۱]

قوموں کی آزمایش کے باب میں اللہ کی قدیم سنّت

یہ اللہ تعالیٰ کی قدیم سنت ہے کہ جب قومیں بار بار کی تنبیہات سے نہیں سنبھلتی ہیں تو اُن پر انعامات کی بارش ہونی شروع ہو جاتی ہے، جب کسی قوم کے لوگ خوش حالی میں مدہوش ہو کر اترانے لگتے ہیں، اُس کے رسولوں کی لائی ہوئی ہدایت کو فراموش کر دیتے ہیں، آخرت کو بھلا دیتے ہیں اور اللہ کے ساتھ شریک ٹھہراتے ہیں تو اللہ اچانک اُنھیں عذاب میں گرفتار کر لیتا ہے۔

---

۷۴ بالکل فیصلہ کر دینے اور قبولِ حق کے لیے عاجز کر دینے والی نشانی آنے کے بعد حق کو قبول یا رد کرنے کی مہلت نہیں ملتی اور نہ ہی توبہ کا موقع ہوتا ہے، پھر تو اللہ کے عذاب کا کوڑا برستا ہے۔

۷۵ خالقِ کائنات اپنی خلاّقی کی ایک جھلک پیش کر رہا ہے کہ زمین پر چلنے والے جانور اور فضا میں دونوں بازوؤں سے محوِ پرواز کسی پرندے کو دیکھ لو، اُس نے ایک ایک جان دار مشین کی استعداد اور کارکردگی کا ایک تفصیلی مینول manual تیار کیا ہوا ہے، اُس کی ڈیزائننگ، پروڈکشن اور کوالٹی میں کوئی نقص نہ نکال سکو گے!

اے محمدؐ، تم سے پہلے بہت سی قوموں کی طرف ہم نے رسُول بھیجے اور انکار اور بداعمالیوں پر آمادہ قوموں کو، اُن کی آزمایش اور اصلاح کے لیے تنگ دستی اور بیماری سے پکڑا شاید کہ وہ عافیت کی دعا کے لیے ہمارے سامنے عاجزی اختیار کریں۔ جب اُنھیں سختی نے پکڑا تو کیوں نہ وہ عاجزی کے ساتھ اللہ کے سامنے جھکے؟ بلکہ اُلٹا اُنھوں نے سرکشی پر مزید جماؤ دکھایا اور شیطان نے اسی طرزِ عمل کو اُن کی نظروں میں سجا دیا۔ پھر جب انھوں نے نبیوں سے اور دورانِ آزمایش و مصائب ملی نصیحت کو فراموش کر دیا تو ہم نے ہر طرح کے رزق اور انعامات کے خزانوں کے دروازے اُن پر کھول دیے، یہاں تک کہ جب وہ عطا کردہ خوش حالی میں مدہوش، اترانے لگے تو اچانک ہم نے اُنھیں عذاب میں گرفتار کر لیا اور وہ ہر خیر سے مایوس رہ گئے۔ .... [مفہوم آیات ۴۲تا۴۴]

ان نافرمانوں اور ناشکرے لوگوں کو اس طرح جڑ سے اُکھاڑ پھینکا کہ کوئی اُن پر رونے والا نہ تھا، صد شکر و تعریف اُس اللہ، رب العالمین کے لیے جس نے ناب کاروں کی جڑ کاٹ دی [76]۔ اے محمدؐ! اپنی قوم سے کہو: اگر اللہ تمھاری سماعت و بصارت اور شعور و فہم چھین لے تو اللہ کے سوا اور کوئی بزرگ و برتر ہستی، ایسی ہے جو یہ صلاحیتیں تمھیں اللہ سے واپس دلا سکے؟ اے نبیؐ، دیکھیں تو سہی، کس طرح ہم دلائل کو مختلف انداز سے سامنے لاتے ہیں پھر بھی یہ حق کو پیٹھ دکھاتے ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۴۵تا۴۶]

اے نبیؐ اپنی قوم سے کہو، [۱۳ سال بیت گئے تمھیں صبح و شام اللہ کی پکڑ سے ڈرا رہا ہوں] تم نے کبھی سوچا کہ اگر اللہ کا قہر یک دم، اچانک ٹوٹ پڑے یا دھوم مچاتا آہستہ آہستہ تمھاری جانب بڑھے تو بچنے یا بھاگنے کی کوئی تیاری ہے؟ ظالم لوگوں کے سوا، کیا کوئی اور بھی ہلاک ہوگا؟ ہم رسولوں کو تو بھیجتے ہی اسی لیے ہیں کہ وہ مومنین و صالحین کو دنیا اور آخرت میں امن و سلامتی و خوش حالی کی بشارت دیں اور مشرکین و منکرین کو دنیا اور آخرت کے عذاب سے ڈرائیں۔ اس بشارت و انذار کو نبیوں سے سُن کر جو لوگ ایمان لے آئیں اور اپنی اصلاح کر لیں ان کے لیے نہ دنیا میں اور نہ ہی آخرت میں کسی خوف اور رنج کا موقع باقی ہے، اِس کے برخلاف جو ہماری آیات کو جھٹلاتے ہیں وہ تکذیب اور نافرمانیوں کی سزا پا کر رہیں گے [77]۔ .... [مفہوم آیات ۴۷تا۴۹]

---

۷۶ مکہ کے سرداروں کو تنبیہ کی جا رہی ہے کہ جب مشرک اور ظالم قوموں کو اللہ ہلاک کرتا ہے تو سب سے زیادہ عبرت ناک بات یہ ہوتی ہے کہ اُن پر کوئی رونے والا نہیں ہوتا، کائنات میں ایک ہی صدا گونجتی ہے کہ شکر و تعریف اُس اللہ، رب العالمین کے لیے جس نے ناب کاروں کی جڑ کاٹ دی۔ پچھلی نازل شدہ سورتوں میں عاد، ثمود، اور لوط کی اقوام کی ہلاکت کا جو نقشہ کھینچا گیا ہے وہ پیشِ نظر رہنا چاہیے۔

۷۷ نبی ﷺ کے مخاطبین کو آخری وارننگ نہیں دی جا رہی ہے، وارننگز اور تنبیہات کے دن گزر گئے دھمکی کے ساتھ بتایا جا رہا ہے کہ اب آنے والے دنوں میں کیا ہونے جا رہا ہے، چند ہفتے باقی ہیں اللہ کا نبی شہر چھوڑ کر چلا جانے والا ہے، بس پھر اللہ کے

اے محمدؐ! ان خزانوں، محلات، قیامت کی آمد اور ہم راہ فرشتوں کے مطالبات کرنے والوں سے کہو، میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ اللہ کے خزانے میرے پاس ہیں یا یہ کہ میں غیب کا علم رکھتا ہوں، یا یہ کہ میں فرشتہ ہوں۔ میں تو بس اللہ کا ایک رسول ہوں؛ صرف اُن احکاماتِ وحی کی پیروی کرتا ہوں جو مجھ پر اللہ کی جانب سے نازل کیے جاتے ہیں۔ پھر ان سے پوچھو کہ کیا وحی کی روشنی میں کھلی آنکھوں کے ساتھ محوِ سفر، اور روایات و رسومات و اوہام کی تاریکیوں میں ٹامک ٹوئیاں مارنے والا ایک اندھا، دونوں برابر ہو سکتے ہیں؟ کیا تم غور نہیں کرتے؟ [مفہوم آیت ۵۰]

اہلِ ایمان کے ساتھ اُن کے قائد کے روّیہ کا رول ماڈل

اگلی آیات میں کہا جا رہا ہے کہ ان حماقت کے ماروں اور جہالت پر فریفتہ لوگوں پر دو حرف بھیج دو، اِن کے انکار و مخالفت پر رنجیدہ نہ رہو؛ تم نے اتمام حجت کر دیا، تمھارا فرض پورا ہو گیا؛ اِن کو اِن کے حال پر چھوڑ دو کہ اب اِن سے نبٹنا اللہ کا کام ہے۔ جب کش مکش اس مرحلے میں داخل ہو جائے تو پھر کرنے کا کیا کام رہ جاتا ہے؟ اب کام یہ ہے کہ جن سعید روحوں نے تمھاری دعوت پر لبیک کہا ہے اُن کا تزکیہ کرو۔ تمھارے ساتھ چلنے والے لوگوں کے کردار کا کم سے کم معیار یہ ہونا چاہیے:

- ✓ اوّلاً یہ کہ وہ اللہ کے حضور حاضری کا خوف رکھتے ہوں
- ✓ ثانیاً وہ نصیحت سے اثر پذیر ہو کر پرہیز گاری اختیار کریں
- ✓ ثالثاً وہ، اللہ کی رضا کے جویا ہوں اور دن رات اللہ کی کبریائی، پاکی اور حمد بیان کرتے ہوں۔

ایسے جو لوگ مل جائیں اُن کے بارے میں میرِ کارواں کو ہدایت کی جارہی ہے کہ دینار و درہم کے بندے اِن غریب رفقا کو حقارت سے دیکھیں تو تم اُن کی قربت سے پریشان ہو کر دور نہ کر دینا، بلکہ:

- اُنھیں اپنا مقرب بناؤ
- ہر گز اپنے سے دُور نہ کرنا
- اِن کی کوتاہیوں سے بددل نہ ہونا،
- اِن کی کوتاہیوں کی باز پرس تم سے نہ ہو گی۔ انھیں بہر طور ساتھ لے کر چلنا۔

اے محمدؐ! اِن نورِ ہدایت [وحی] سے بے زاروں کو اندھیروں میں بھٹکتا چھوڑو، ہماری وحی کے ذریعے سے تم اُن لوگوں پر توجہ دو اور نصیحت کرو جو اپنے رب کے سامنے، وہاں حاضری کا خوف رکھتے ہیں جہاں خود اُس کے سوا

عذاب کا کوڑا اِن سردارانِ قریش پر برسے گا۔

کوئی حامی و مدد گار نہ ہوگا، اور نہ ہی اُس کے فیصلے کے مقابلے میں کوئی سفارش کرنے والا، شاید کہ تمھاری نصیحت سے وہ پرہیزگاری اختیار کرلیں۔ اس کارِ نصیحت و نبوت کے دوران تمھارے قریب آنے والے وہ لوگ، جو اُس کی رضا کی طلب میں اپنے رب کو رات دن پکارتے رہتے ہیں، اُنھیں اپنا مقرب بناؤ، ہرگز اپنے سے دُور نہ کرنا۔ اُن کی کوتاہیوں کا حساب تم سے نہیں لیا جانا اور نہ ہی تمھاری ذمہ داری کا کوئی حصہ ان پر ہے۔ اگر تم اُنھیں دُور رکھو گے تو انصاف نہ کرنے والوں میں شمار ہوگے۔ .... [مفہوم آیات ۵۱تا۵۲]

ایمان اور شکر لازم و ملزوم ہیں

اگلی آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ ایک بڑے لطیف پیرایہ میں ایمان کو شکر کے مترادف بیان کر رہے ہیں۔ غور فرمایئے، اصل اِیشو تو ایمان لانے اور نہ لانے کا ہے، منکرین تکبر اور غرور سے کم مایہ غریب اہلِ ایمان کا مذاق اڑاتے ہوئے کہتے ہیں کہ کیا یہ وہ ہستیاں ہیں جنھیں اللہ نے اپنے فضل و کرم کے لیے چنا ہے! اللہ اپنے رسولؐ سے جواب میں یہ کہلواتا ہے کہ "ہاں یہی وہ لوگ ہیں! اِن سے پوچھو کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو اِن سے زیادہ نہیں جانتا" یعنی ایمان لانا اور شکر کرنا ایک دوسرے کے مترادف ہیں۔ اس کا دوسرا پہلو، میرے اور آپ کے سوچنے کا یہ ہے کہ جب بندہ، اللہ کی دی ہوئی نعمتوں کی ناقدری کرتا ہے تو درحقیقت وہ منکرین کی صف میں کھڑا ہوتا ہے، چاہے اُسے قانونی زبان میں اہلِ ایمان ہی شمار کیا جاتا رہے، اللہ ہمیں ایمان اور شکر پر موت عطا فرمائے۔

دراصل ہم نے اس طرح ان لوگوں کو ایک دوسرے کے لیے آزمایش کا ذریعہ بنایا ہے۔ منکرین میں سے، مال واقتدار رکھنے والے معزز سردار، نادار اہلِ ایمان کو دیکھ کر کہیں گے، کیا یہی وہ لوگ ہیں، جن کو اللہ نے اپنے فضل و کرم کے یے چنا ہے! کہو، ہاں یہی وہ لوگ ہیں! اِن سے پوچھو کیا اللہ اپنے شکر گزار بندوں کو اِن سے زیادہ نہیں جانتا؟ جب ہمارے مومن بندے تمھارے پاس آئیں تو ان پر سلامتی بھیجو اور خوش خبری سناؤ کہ اُن کے رب نے اُن پر رحم و کرم کا شیوہ اپنے اوپر لازم کرلیا ہے۔ اُنھیں اس رعایت سے بھی آگاہ کرو کہ اگر اُن میں سے کوئی نادانی کے ساتھ کوئی بُرائی کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کرلے[۷۸] تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے اور

۷۸ اِن مومنین کی یہ قدردانی ہے کہ اللہ اپنے نبیؐ کو اُن کے محفلوں میں آنے پر خوش آمدید کہنے اور مبارک، سلامت سے ہمت افزائی کرنے کی ہدایت فرما رہا ہے۔ ایمان لانے سے قبل، جاہلیت میں جب آخرت کا خوف نہیں ہوتا ہے تو انسان کا منکرات میں مبتلا ہونا عام سی بات ہے۔ منکرین اِن پر پھبتیاں کستے ہیں کہ لو "نو سو چوہے کھا کر یہ حج کو چلے"۔ دعوتِ ایمان کی پکار پر

اس طرح ہم اپنے اصول و طریقے وضاحت سے بیان کرتے ہیں تاکہ اہلِ ایمان کے مقابلے میں مجرموں کے طور طریقے بے نقاب نظر آئیں۔ .... [مفہوم آیات ۵۳تا۵۵]

شرک کی آڑ میں مذہبی قیادت اور ذی اقتدار طبقہ زمین پر فساد برپا کرتا ہے

شرک کی آڑ میں انسانوں پر انسانوں کی حکم رانی قایم ہوتی ہے۔ باطل مذاہب کے پیش وا لوگوں کی گردنیں اپنے خود ساختہ خداؤں کے آگے جھکواتے ہیں اور اِن جھکے ہوئے عوام کالانعام کے غول لے کر سیاسی و معاشی قیادت کی خواہشات کے آگے جھک جاتے ہیں۔ یوں ایک دوسرے کی مدد کرتے ہوئے مشرک مذہبی قیادت اور ذی اقتدار طبقہ زمین پر فساد برپا کرتے ہیں۔ اللہ اپنے نبیؐ سے، سردارانِ قریش کو یہ واضح پیغام دے رہا ہے کہ قُلۡ اِنِّیۡ نُہِیۡتُ اَنۡ اَعۡبُدَ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ ؕ قُلۡ لَّاۤ اَتَّبِعُ اَہۡوَآءَکُمۡ ۙ قَدۡ ضَلَلۡتُ اِذًا وَّ مَاۤ اَنَا مِنَ الۡمُہۡتَدِیۡنَ ﴿۵۶﴾۔

اے محمدؐ، اِن سے کہو کہ جس طرح تم لوگ غیر اللہ کی عبادت کرتے ہو، میں نہیں کر سکتا، میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مدد کے لیے نہیں پکارتا۔ مجھے تو کسی اور کی بندگی سے منع کیا گیا ہے۔ اِن ذی اقتدار شرک کے خوگر سرداروں کو بتاؤ کہ میں تمھاری خواہشات پر نہیں چل سکتا، اگر میں ایسا کروں تو گم راہ ہو جاؤں گا اور رب کی سیدھی راہ پر چلنے والوں میں سے نہ رہوں گا۔ کہو، میں اپنے رب کی جانب سے ایک دلیل و حجت پر قایم ہوں اور تم اُسے نہیں مانتے، اب وہ عذاب میرے اختیار میں نہیں ہے جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو، اُس کے نازل کرنے کے فیصلے کا سارا اختیار اللہ کو ہے، وہی حق کو واضح کرے گا اور وہی بہترین فیصلہ کرنے والا ہے۔ کہو، اگر کہیں وہ [انکار کی پاداش میں آنے والا عذابِ الٰہی] میرے اختیار میں ہوتا جس کے لیے تم جلدی مچا رہے ہو تو میں تمھارا فیصلہ کر چکا ہوتا۔ مگر اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ تم جیسے ظالموں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔ [مفہوم آیات ۵۶تا۵۸]

اگلی آیتِ کریمہ، قرآن مجید کی عظیم ترین آیات میں شمار ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے لا محدود علمِ بسیط کا

لوگوں کی اپنی زمانہ جاہلیت کی زندگی پر اتنا خوف کھانے سے کہ شاید اُن کی بخشش نہیں ہو سکے گی، رسول اللہ ﷺ نے بتایا کہ اسلام، زمانہ جاہلیت کے تمام گناہوں کو دھو دیتا ہے۔ اسی طرح یہ بات بتائی کہ بندہ اگر سمندر کے جھاگوں جتنے بھی گناہ لے کر رب کے حضور ایمان کے ساتھ حاضر ہو مگر شرط یہ ہے کہ شرک نہ کیا ہو [شرک پر موت نہ آئی ہو] تو اللہ بھی اُسی قدر معافی کے ساتھ پیش آئے گا۔ اس آیہ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ مؤمنین کے لیے ایمان قبول کرنے کے بعد نادانی سے سرزد ہو جانے والے گناہوں کے لیے معافی کا ایک اور پیکج عنایت کر رہا ہے کہ اگر کوئی ایمان لانے کے بعد بُرائی کر بیٹھا ہو پھر اس کے بعد توبہ کرے اور اصلاح کر لے تو اللہ بخشنے والا اور مہربان ہے۔

ایک تعارف پیش کرتی ہے، حقیقت یہ ہے کہ انسان کی محدود عقل، اللہ تعالیٰ کے لامحدود علم کا اندازہ کرنے سے بھی قاصر ہے۔اللہ جسے چاہتا ہے اپنے علوم الغیوب میں سے کچھ عنایت فرمادیتے ہیں۔وہ اپنا بہت سا علم تو ملائکہ ،انبیاء و مرسلین سے بھی پوشیدہ رکھتے ہیں چہ جائے کہ اس زمین پر پیدا ہونے والا کوئی دوسرا البشر ہو۔

اُس اللہ ہی کے پاس مستقبل کا اور ہر پوشیدہ و ظاہر کا علم ہے جو اس کے سوا کسی کے پاس نہیں۔ سمندروں میں اور زمین پر، جو بھی کچھ ہے، سب اُسے معلوم ہے؛ درخت سے گرنے والا کوئی پتّا اور زمین کی اندھیری تہوں میں چھپا کوئی دانہ ایسا نہیں جس کی مکمل تفصیل سے وہ باخبر نہ ہو اور کوئی گیلی یا سوکھی چیز کائنات میں ایسی نہیں جو ایک رجسٹر میں درج نہ ہو۔ جو کچھ بھی دن میں تم کرتے ہو اسے دیکھتا اور اُن کاموں کے پسِ پشت نیتوں سے واقف رہتا ہے۔ پھر وہی ہے جو رات کو تمھاری رُوحیں قبض [شعور کے ایک حصے کو معطل] کرتا ہے پھر دُوسرے روز وہ تمھیں اِسی کاروبار دنیا کے لیے آدھی موت سے جگا کر واپس بھیج دیتا ہے تاکہ اپنی کامل موت سے قبل تم زندگی کی مقرر مدّت پوری کرو۔ ایک دن آخر کار اسی کی طرف تمھیں لوٹنا ہے، پھر وہ تمھیں بتادے گا کہ تم کیا کرتے رہے ہو۔ .... [مفہوم آیہ ۵۹ تا ۶۰]

لوگو، جان لو کہ اللہ اپنے بندوں کو کامل نگہداشت اور قابو میں رکھتا ہے اور تم پر اپنے نگراں مقرر رکھتا ہے یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت کا وقت آجاتا ہے تو اس کے بھیجے ہوئے فرستادے [کارکنانِ قضا و قدر] اس کی روح نکالنے میں ذرا کوتاہی نہیں کرتے۔ موت کے بعد پھر سب اللہ کی طرف، جو حقیقی آقا ہے، واپس لوٹادیے جاتے ہیں۔ خبردار کہ تمام معاملات میں فیصلے کے سارے اختیارات اسی کو حاصل ہیں اور وہ سب سے زیادہ تیز حساب چکانے والا ہے۔ اے محمدؐ ! اللہ کے وجود کے انکاریوں سے پوچھو، خشکی اور تری [صحرا اور سمندر] کی چھا جانے والی آفتوں سے کون ہے، جو تمھیں، اُس وقت بچاتا ہے جب تم گڑگڑا کر اور چُپکے چُپکے دُعائیں مانگتے ہو؟ بھلا ،تم کس سے کہتے ہو کہ اگر اس آفت سے تُونے ہم کو بچالیا تو ہم ضرور تیرے شکر گزار ہوں گے ! ....

.... [مفہوم آیات ۶۱ تا ۶۳]

آسمانی عذاب سے ماسوا اللہ کے عذاب کی ایک نوعیت

قوم کا لسانی، نسلی عصبیتوں ، مذہبی اور سیاسی گروہوں میں تقسیم ہونا: اگلی آیات میں جاہلیت زدہ معاشرے پر آسمانی عذاب سے ماسوا، اللہ کے عذاب کی ایک اور شکل بیان ہو رہی ہے۔ شرک کی پاداش میں

قوموں پر اللہ کے عذاب کا ایک یہ بھی انداز ہوتا ہے کہ پوری قوم لسانی، قبائلی، نسلی عصبیتوں، مذہبی فرقوں اور سیاسی گروہوں میں تقسیم ہو جاتی ہے۔ یہ تقسیم اس طرح لوگوں کو ایک دوسرے سے نفرت کرنا سکھاتی ہے کہ ایک محلے میں، ایک کارخانے یا آفس تو درکنار خاندانوں میں پانچ لوگ بھی ایک دوسرے کے ہم خیال و ہم درد نہیں بچتے۔ آج کا پاکستانی کلمہ گو مسلم معاشرہ [۲۰۱۸ء] اللہ کے اس عذاب کا بڑا ہی موزوں نمونہ ہے، بہترین قدرتی اور انسانی وسائل کے باوجود، ایک ایٹمی طاقت ہونے کے ساتھ وہ ایک شکستہ دیوار کی مانند ہے۔

اِنھیں سمجھاؤ کہ ،اللہ تو تمھیں ہر مشکل سے نجات دیتا ہے، مگر جب آفت ٹل جاتی ہے تو پھر تم اپنی روش پر واپس ہو جاتے ہو اور دُوسروں کو اُس کا ہم پلہ اور مشکل کشائی کرنے والا ٹھہرانے لگتے ہو۔ انھیں بتاؤ کہ وہ اِس پر قدرت رکھتا ہے کہ تم پر کوئی عذاب اُوپر سے نازل کردے، یا تمھارے قدموں تلے زمین سرکادے، یا تمھیں فرقوں، عصبیتوں اور گروہوں میں تقسیم کر کے سب کو ایک دُوسرے کی قوت سے پاش پاش کروادے۔ دیکھو، ہم کس کس طریقے سے اپنے دلائل پیش کر رہے ہیں شاید کہ وہ حقیقت کو پاجائیں۔ .... [مفہوم آیات ۶۴تا۶۵]

قیامت سے انکار کی پاداش میں عذابِ الٰہی سے تمھاری قوم انکار کر رہی ہے، [اور چیلنج کر رہی ہے کہ لا کر دکھاؤ] حالاں کہ قیامت تو ایک بدیہی حقیقت ہے۔ اِن کے چیلنج کے جواب میں کہہ دو کہ میں تمھارے قبولِ حق کا ٹھیکے دار نہیں بنایا گیا ہوں۔ میری جانب سے دی گئی ہر خبر کے پورے ہونے کا ایک وقت مقرر ہے، جلد ہی ہر چیز تمھارے سامنے ہو گی۔ اور اے محمدؐ، جب تم دیکھو کہ یہ لوگ ہماری آیات میں عیب جوئی کر رہے ہیں تو ان سے کنارہ کش ہو جاؤ، یہاں تک کہ وہ کسی اور بات میں لگ جائیں۔۔ اور اگر اِس کنارہ کشی کو کبھی شیطان تمھیں بھُلا دے تو جونہی تمھیں غلطی کا احساس ہو جائے تو پھر، ایسے ظالم لوگوں کے پاس نہ بیٹھو[79]۔ [مفہوم آیات ۶۶تا۶۸]

اِن ظالموں کے کرتوتوں کا وبال [حساب و عذاب]، اپنے رب سے ڈر کر اِن کی مجلسوں سے کنارہ کشی اختیار کر لینے والوں پر کچھ بھی نہیں، البتّہ جاہلوں کو نصیحت کرنا اُن کا فرض ہے شاید کہ وہ بھی تقویٰ اختیار کریں۔ اِن اپنے

---

۷۹ بسا اوقات آدمی ایسی جگہ بیٹھا ہوتا ہے جہاں خود ساختہ زندہ یا مُردہ خداؤں کی تعریف اور اللہ سے بغاوت کی باتیں ہو رہی ہوتی ہیں، فحش اور منکرات پر تحسین ہو رہی ہوتی ہے یا جنت دوزخ پر لطیفے سُنائے جا رہے اور گناہوں پر فخر کیا جا رہا ہوتا ہے۔ ایمان کا بہتر درجہ یہ ہے کہ ایسی باتوں پر لوگوں کو اللہ کے عذاب سے ڈرایا جائے اور ایسی محفلوں سے اُٹھ جایا جائے۔ اگر کسی میں اتنی استطاعت نہ ہو تو بہر طور ایسی محفلوں سے اُٹھ جانے کا قرآن حکم دے رہا ہے، یہ بھکاری کی بھیک یا سوالی کا سوال نہیں بلکہ حکم ہے اور جو اس کی تابع داری نہیں کریں گے اُن کا شمار بھی اُنھیں اہلِ محفل میں ہو گا۔

دین کو کھیل تماشا بنانے والوں، اور دنیا کی زندگی سے فریب خوردہ جاہلوں کے بے ہودہ روّیے اور ایمان نہ لانے [کے غم] کو دل کا روگ نہ بناؤ، انھیں اِن کے حال پر چھوڑ دو؛ ہاں مگر [جیسا کہ پہلے کہا گیا کہ] قرآن کے ذریعے اُن کو غلط روی پر یاد دہانی کراتے رہو کہ کہیں کوئی شخص [جو ایمان لا کر اصلاح پذیر ہو سکتا ہو، تمھارے لا تعلق ہو جانے سے] اپنے کرتُوتوں کے وبال میں یوں نہ پھنس جائے کہ اللہ سے چھڑانے والا اُس کا کوئی مدد گار اور سفارشی نہ ہو، اور نوبت یہ ہو کہ وہ ہر چیز بدلے میں دے کر چھوٹنا چاہے مگر کچھ بھی قبول نہ کیا جائے، یہ وہ لوگ ہیں جو خود اپنے کیے کے وبال میں پکڑے جائیں گے، ان کے پینے کے لیے کھولتا ہوا پانی اور سہنے کے لیے دردناک عذاب ہو گا۔ .... [مفہوم آیات ۶۹ تا ۷۰]

اسلام اور جاہلیت پر ایک نادر تمثیل

شہرِ مکہ کو ہمیشہ کے لیے چھوڑنے کا حکم دینے سے پہلے اللہ اہلِ ایمان کے سامنے، منکرین سے آخری گفتگو میں جہالت پر ایک نادر تمثیل بیان کرتا ہے۔

اے ایمان والو! اِن سے کہو کہ اب جب کہ اللہ نے ہمیں ہدایت بخش دی ہے، کیا عبادت اور مدد و مشکل کشائی کے لیے ہم اللہ کے بجائے اُن ہستیوں کو پُکاریں، جو نہ ہمیں فائدہ پہنچا سکتی ہیں اور نہ نقصان، کیا ہم گم راہی کی طرف واپس، اُلٹے پاؤں پھر جائیں اور اپنا حال اُس شخص کا سا بنا لیں جسے باوجود اِس کے، کہ اُس کے احباب امن و سلامتی کی جانب بلا رہے ہوں اور وہ شیطانوں کے چکر میں آ کر بیابانوں میں حیران و پریشان گھوم رہا ہو[۸۰]، اے ایمان والو! اِن منکرین سے کہو کہ سچی اور صحیح رہ نمائی تو صرف اللہ ہی کی عطا کردہ رہ نمائی [یہ قرآن مجید] ہے اور اُس کی طرف سے ہمیں یہ حکم ملا ہے کہ اپنے آپ کو جہانوں کے پروردگار کے حوالے کر دیں۔ .... [مفہوم آیۃ ۷۱]

۸۰ ایک الٰہ واحد کو چھوڑ کر جب انسان غیر اللہ کو معبود بناتا ہے، یہ عبودیت بے شمار انداز سے ہوتی ہے؛ وہ مُردہ و بے جان بغیر کسی نسبت والے پتھر کے بتوں کی پوجا کرے یا اللہ کے برگزیدہ بندوں کی شبیہوں اور قبروں سے استعانت و فیض حاصل کرنے کی عبث کوشش کرے یا زندہ احبار و رہبان یا ذی اقتدار طاغوتی لیڈروں کی پیروی کرے یا خود اپنے نفس کی بندگی میں لگ جائے، سب ہی یکساں ہیں۔ انجام سب کا ایک ہے وہ یہ کہ امن و سکون غارت ہو اور جاہل انسان، شیطانوں کے چکر میں آ کر افکار و نظریات کے بیابانوں میں ہی نہیں بلکہ زندگی کے ٹھوس معاملات میں بھی، بے چین، افسردہ اور حیران و پریشان گھومتے رہیں۔

اقامتِ صلوٰۃ کا حکم

اور (حکم دیا گیا ہے) کہ نماز قائم کریں [۸۱] اللہ کی نافرمانی سے بچیں۔ لوگو، وہ اللہ ہی ہے، جس کے دربار میں تم جمع کیے جاؤ گے۔ وہی ہے جس نے آسمان و زمین کو ایک حقیقی مقصد سے پیدا کیا ہے۔ اور جس دن یوم الجمع [قیامت] کو برپا کرنے کے لیے وہ کہے گا کہ ہو جا، تو بس حشر [اجتماعِ عظیم] ہو جائے گا۔ اس کی بات سچ ہے۔ سنو، جس دن صُور گونجے گا اس روز بالکلیہ پادشاہی، ہر طرح کا اختیار و حکومت بس صرف ایک اللہ ہی کی ہو گی، وہ غائب و حاضر سب کا علم رکھنے والا ہے اور وہ حکیم و خبیر ہے۔ .... [مفہوم آیات ۷۲ تا ۷۳]

سیّدنا ابراہیم علیہ السلام کی سر گزشت سے بنو اسماعیل کو یاد دہانی

اور یاد کرو جب ابراہیمؑ نے اپنے باپ آزر [۸۲] سے کہا، کیا آپ اِن پتھر کے تراشے مجسموں [بتوں] کو اپنا الٰہ بناتے ہیں؟ میں تو آپ کو اور آپ کی قوم کو صریح غلط طریقے پر پاتا ہوں۔ اِس طرح ابراہیمؑ کے غور و فکر کے شروع ہونے والے اِس فکری سفر میں ہم نے اُس کے سامنے زمین اور آسمانوں کی عظیم سلطنت دیکھنے کے لیے پیش کی تاکہ وہ یقین کرنے والوں میں سے ہو جائے۔

اگلی آیات میں ابراہیم علیہ السلام کا اپنی قوم کے ساتھ کے ایک حکیمانہ مناظرے کا تذکرہ ہے، جس کا مقصود اجرامِ فلکی کی اُلوہیت کا بطلان تھا۔ یہ موقف کہ یہ ابراہیم کے زمانہ طفولیت میں غور و فکر کا مقام تھا تو اِس پر کوئی دلیل نہیں۔

ایک روز، جب رات طاری ہوئی تو اُس نے ایک زیادہ روشن تارے [زہرہ] کو دیکھا۔ کہا یہ میرا رب ہے؛ پھر

۸۱ اقامت صلوٰۃ کا یہ حکم ۔۔۔۔۔ مرتبہ قرآن میں آرہا ہے، اس سے قبل ۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اگرچہ پنج وقتہ نماز فرض ہو چکی ہے مگر مکہ میں حرم کعبہ ہونے کے باوجود اہلِ ایمان کے تصرف میں سوائے دارِ ارقم میں واقع ایک مرکز کے کوئی مسجد نہیں تھی؛ انتہائی مخالفانہ ماحول میں کسی مسجد کی بِنا یا تعمیر ممکن نہ تھی۔ اس لیے اس حکم کا کلی اطلاق مکّے سے باہر اُن جگہوں پر تھا جہاں مسلمان معتد بہ تعداد میں تھے اور مسلمانانِ مکہ کی مانند وہاں وہ دبے ہوئے لاچار نہیں تھے۔ اقامتِ صلوٰۃ کا سب سے پہلا حکم قبیلہ غفار کے لیے نبوت کے چھٹے یا ساتویں برس میں ابوذر غفّاری کو بھجوایا گیا پھر یثرب میں مسلمانوں کو دیا گیا جنھوں نے چار مختلف جگھوں [کمروں / احاطوں / چبوتروں] پر نماز اور تعلیم القرآن کا آغاز کیا۔ جمعہ کا آغاز بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے یثرب تشریف لانے سے قبل ہی ہو گیا تھا۔ یمن، حبشہ، قبیلہ دوس اور دیگر جگھوں پر بھی یقیناً اقامتِ صلوٰۃ ہوئی ہو گی لیکن راقم کی نظر سے روایات میں کوئی تفصیل نہیں گزری۔

۸۲ کچھ اصحابِ علم کہتے ہیں کہ آزر چچا تھا اور چچا کو باپ بھی کہا جاتا تھا۔

جب وہ ڈوب گیا تو بولا ڈوب جانے والے تو معبود نہیں ہو سکتے، پس میں اس کا گرویدہ نہیں ہوں۔ ....

.... [مفہوم آیات ۷۴تا۷۶]

پھر جب اُس نے چاند کو چمکتے دیکھا تو گمان کیا یہ اُس کا رب ہے۔ مگر جب وہ بھی ڈوب گیا تو اُس نے کہا کہ اگر میرے حقیقی رب نے میری رہ نمائی نہ کی ہوتی تو میں بھی گم راہ لوگوں میں شامل ہو گیا ہوتا۔ پھر جب سورج کو چمکتے دیکھا تو کہا یہ ہے میرا رب، یہ تو سب [چاند تاروں] سے بڑا ہے۔ مگر جب وہ بھی غروب ہو گیا تو ابراہیمؑ پکار اُٹھا: اے میری قوم کے لوگو، میں اُن سب سے بے زار ہوں جنھیں تم الوہیت میں شریک ٹھہراتے ہو۔ میں نے ہر جانب سے منہ موڑ کر اپنا رُخ اُس ہستی کی طرف کر لیا ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اور میں تو ہرگز شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔ .... [مفہوم آیات ۷۷تا۷۹]

ابراہیمؑ کی قوم نے اُس سے بحث و تکرار میں اُلجھنا چاہا تو اس نے قوم سے کہا کہ کیا تم لوگ اللہ کے معاملے میں مجھ سے جھگڑتے ہو؟ جب کہ اصل حقیقت یہ ہے کہ میرے رب نے مجھے راہِ راست دکھادی [نبوت عطا کردی] ہے۔ اور میں اُن [خود ساختہ جھوٹے خداؤں] سے نہیں ڈرتا جن کو تم اللہ کا ہم پلہ گردانتے اور خدائی میں شریک ٹھہراتے ہو، ہاں اگر میرا رب ہی کچھ چاہے۔ میرے رب کا علم ہر چیز پر چھایا ہوا ہے، کیا پھر میری مخلصانہ نصیحت سن کر بھی تم ہوش میں نہ آؤ گے! .... [مفہوم آیۃ ۸۰]

امن و سلامتی اُن کے لیے ہے، جو ایمان لائے اور اُس کو شرک سے آلودہ نہیں کیا

اگلی آیات میں ابراہیمؑ کی دعوت جاری ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ دنیا اور آخرت میں امن و سلامتی کی واحد ضمانت یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ کسی کو اُس کی ذات، صفات اور حقوق میں شریک نہ کیا جائے۔ آج سارے جہان میں امتِ مسلمہ کی بربادی کا واحد سبب یہی ایمان میں شرک کی آمیزش ہے۔ اَلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ یَلۡبِسُوۡۤا اِیۡمَانَہُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰٓئِکَ لَہُمُ الۡاَمۡنُ وَ ہُمۡ مُّہۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾ ہے

تمھارے، اللہ کے ہم پلہ ٹھہرائے ہوئے بے حقیقت شریکوں سے بھلا میں کیوں خوف کھاؤں، جب کہ تمھاری ناروا بے خوفی کا عالم یہ ہے کہ اللہ کے ساتھ ان چیزوں کو خدائی میں شریک قرار دیتے نہیں ڈرتے، جن کے لیے اُس نے تم پر کوئی سند نازل نہیں کی ہے[۸۳]؟ اگر کچھ عقل و علم رکھتے ہو تو بتاؤ، ہم دونوں فریقوں [موحدین اور

۸۳ تلخ حقیقت یہ ہے کہ اسمٰعیلؑ کے ماننے والے قریش کی مانند آج بھی مختلف علاقوں کے لوگوں نے مختلف گزرے ہوئے اپنے پسندیدہ انسانوں کو خدائی مرتبے پر فائز کر دیا ہے اور اُن کو اللہ کا ہم پلہ گردانتے اور خدائی میں شریک ٹھہراتے ہیں، اُن کے پاس اللہ کی جانب سے اِس کام کی کوئی سند نہیں، بلکہ قرآن اِس کی تردید کرتا ہے۔

مشرکین] میں سے کون زیادہ بے خوفی و اطمینان کا مستحق ہے؟ سنو، جن کے لیے امن و چین ہے اور جو راہِ راست پر ہیں وہ تو بس وہی لوگ ہیں، جو ایمان لائے اور جنھوں نے اپنے ایمان میں شرک [ظلم [84]] کی ملاوٹ نہیں کی۔ .... [مفہوم آیات ۸۱تا۸۲]

ابراہیمؑ کو ہم نے اُس کی قوم کے مقابلے میں ایک حجت [اپنے رب پر اعتماد اور اللہ کے مقابلے میں طاغوت سے بے خوفی] عطا کی، اس طرح ہم جس کا چاہتے ہیں مرتبہ بلند کر دیتے ہیں۔ بے شک تمھارا پروردگار حکمت والا اور جاننے والا ہے۔ .... [مفہوم آیت ۸۳]

اٹھارہ برگزیدہ انبیاء کا تذکرہ

پھر ہم نے ابراہیمؑ کو اسحاقؑ اور یعقوبؑ جیسی اولادیں عطا کیں، اور دونوں کو زندگی بسر کرنے کا صحیح طریقہ [دینِ حق] سکھایا؛ وہی دین جو اس سے قبل نوحؑ کو بخشا تھا۔ اور ابراہیمؑ ہی کی نسل سے ہم نے داوٗدؑ، سلیمانؑ، ایّوبؑ، یوسفؑ، موسیٰؑ اور ہارونؑ کو اسی دین کی ہدایت بخشی، اِس طرح ہم نیکی پر جمنے والوں کو بہترین اِنعام دیتے ہیں [85]۔ انھی کی اولاد میں سے پھر زکریاؑ، یحییٰؑ، عیسیٰؑ اور الیاسؑ کو ہدایت اور عزت افزائی کے انعامات سے نوازا۔ یہ سارے اللہ کے صالح بندے تھے۔ .... [مفہوم آیات ۸۴ - ۸۵]

کلمہ پڑھ کر مسلمان ہو جانا اور ساری زندگی نیک کام کر کے بڑا ولی اللہ بن جانا، تو نبی ہونے کے مقابلے میں بڑی معمولی سی بات ہے، اللہ تعالیٰ ایک دو نہیں، ایک لاکھ سے زاید انبیا میں سے اٹھارہ [۱۸] بلند ترین انبیا کا نام بنام تذکرہ کر کے کہتے ہیں کہ شرک ایسی بری بلا ہے کہ بالفرضِ محال، اِن نبیوں میں سے بھی، جن کا تذکرہ

۸۴ آیہ مبارکہ میں ایمان میں "ظلم" کی ملاوٹ کا تذکرہ ہے: اَلَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَ لَمۡ يَلۡبِسُوۡۤا اِيۡمَانَهُمۡ بِظُلۡمٍ اُولٰۤـئِكَ لَهُمُ الۡاَمۡنُ وَهُمۡ مُّهۡتَدُوۡنَ ﴿۸۲﴾۔ اس سے بعض صحابہ کرامؓ کو بہت خوف آیا اور انھوں نے گمان کیا کہ یہ تو بہت ہی سخت وعید ہے کہ ہم میں سے ہر کوئی کسی نہ کسی پر کسی نوع کی زیادتی کر ہی دیتا ہے، ہم کیوں کر اس آیت کی زد میں آنے سے بچ سکیں گے؟ اللہ کے رسول ﷺ نے سمجھایا کہ یہاں ظلم سے مراد وہ زیادتی نہیں جو ایک انسان دوسرے انسان پر کرتا ہے بلکہ ظلم عظیم مراد ہے جیسا کہ سورہ لقمان میں آچکا ہے کہ وَاِذۡ قَالَ لُقۡمٰنُ لِابۡنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَا تُشۡرِكۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرۡكَ لَظُلۡمٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۳﴾ یاد کرو جب لقمان اپنے بیٹے کو نصیحت کر رہا تھا تو اُس نے کہا کہ بیٹا! اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا، حق یہ ہے کہ شرک بہت بڑا ظلم ہے۔

۸۵ آیہ مبارکہ کے مطابق توحید پر جمنے اور شرک سے اجتناب کرنے پر اللہ کا انعام یہ ہوا کہ اُس نے اِن کو اپنے دین پر جمائے رکھا، یہی انعام، نبی ﷺ اور آپ کے صحابہ کرام کو اس طور ملا کہ میدانِ عرفات میں اللہ تعالیٰ نے روح الامین کے ذریعے آپؐ کو اتمامِ نعمت کی اطلاع دی: اَلۡيَوۡمَ اَكۡمَلۡتُ لَـكُمۡ دِيۡنَكُمۡ وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا۔

کیا گیا کسی نے شرک کیا ہوتا تو اُس کا سارا کیا دھرا ضائع ہو جاتا! افسوس، کہ آج اللہ کو ماننے والوں کے درمیان شرک، شیرِ مادر کی طرح مرغوب ہو گیا ہے، اِس کے لیے سارے دلائل خود ساختہ اولیاء سے منسوب اقوال وافکار سے لائے جاتے ہیں۔ اولیاء سازی اہلِ کتاب اُمّتوں میں بڑا مرغوب مشغلہ رہا ہے، یہ بڑا آسان کام ہے، پہلے اپنی کسی بھی پسندیدہ شخصیت کی نیکی اور پارسائی کا ڈھنڈورا پیٹا جاتا ہے، خواہ وہ کتنا ہی گم راہ اور شریعت سے دور رہا ہو، پھر اُس کو ولی اللہ قرار دے دیا جاتا ہے، اِس منصب پر تقرر کے لیے کتاب اللہ سے نہ کوئی سند درکار ہے اور نہ ہی وہاں کسی کے لیے نام بنام تقرر نامے موجود ہیں۔ اولیاء سازی کے بعد اِن کے سارے افکار و اقوال کو خواہ وہ شرکیہ ہوں یا اللہ سے بغاوت پر مبنی ہوں، کلام الٰہی کی مانند معتبر جانا جاتا ہے اور اِن اقوال وافکار کا کتاب اللہ سے مقابلہ کرنے والا، اِن کا کتاب کی روشنی میں جائزہ لینے والا منکرِ اولیاء کہلاتا ہے۔ قرآن ہمیں بتا رہا ہے کہ اولیاء تو درکنار اگر لاکھوں میں سے یہ اٹھارہ برگزیدہ انبیاء میں سے بھی کوئی شرک کرتا تو سارا کیا دھرا ضائع ہو جاتا!

> ابراہیمؑ ہی کی نسل سے اسماعیلؑ، الیسعؑ، اور یونسؑ اور لوطؑ کو اہلِ ایمان کی امامت و ہدایت کے لیے پیدا کیا۔ اِن میں سے ہر ایک کو ہم نے ساری دُنیا کے انسانوں سے بلند مرتبہ عطا کیا۔ ہماری عطا سے ان کے علاوہ بے شمار، اِن کے آبا و اجداد اور ان کی اولادیں اور ان کے بھائی بند بھی اسی طرح اکرام و ہدایت سے سرفراز کیے گئے۔ ان چنیدہ اور منتخب لوگوں کی اللہ نے اپنے سیدھے راستے کی طرف رہ نمائی کی۔ یہ اللہ کی ہدایت ہے، جس کی طرف وہ اپنے بندوں میں سے جس کی چاہتا ہے رہ نمائی کر دیتا ہے، [لیکن شرک ایسی بری بلا ہے کہ] اگر کہیں ان لوگوں [منتخب ۱۸ انبیوں][۸۶] میں سے کسی نے بھی شرک کیا ہوتا توان کا سب کیا دھرا ضائع وضبط [حبطِ اعمال][۸۷] ہو جاتا۔ .... [مفہوم آیات ۸۶ - ۸۸]

۸۶ ابراہیم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ کے برگزیدہ انبیا کا یہ ایک سلسلہ ہے، اس سلسلے کے چنیدہ ۱۷ انبیا کا یہاں تذکرہ آیا ہے، نوح علیہ السلام کو شامل کر کے یہ کل ۱۸ ہو جاتے ہیں، ذیل میں دیے گئے جدول میں یہ تمام نام گنے جا سکتے ہیں۔

نوحؑ	ابراہیمؑ	اسحاقؑ	یعقوبؑ	داؤدؑ	سلیمانؑ	ایّوبؑ	یوسفؑ	موسیٰؑ
ہارونؑ	زکریاؑ	یحییٰؑ	عیسیٰؑ	سماعیلؑ	الیاسؑ	الیسعؑ	یونسؑ	لوطؑ

۸۷ سارا کیا دھرا، ساری کاوشیں، ساری نیکیاں ضبط ہو جاتیں۔

نبیوں کے تین اہم وہبی اوصاف: علمِ کتاب، حکمت و دانائی اور قوتِ فیصلہ

اگلی آیات میں نبیوں کے تین اہم وہبی [عطائے الٰہی] اوصاف بیان ہو رہے ہیں: علمِ کتاب، حکمت و دانائی اور قوتِ فیصلہ [قائدانہ صلاحیت]۔ یہ تین امور یا اوصاف اللہ کی بڑی نعمتیں ہیں، یوں تو ہر انسان میں کچھ نہ کچھ دانائی اور قوتِ فیصلہ ہوتی ہے اور آسمانی کتابوں کو ماننے والے علمِ کتاب سے بھی کچھ نہ کچھ شغف رکھتے ہیں مگر یہ تینوں اوصاف اپنی اعلیٰ ترین شکل میں بہ کمال و تمام صرف انبیا کو ہی حاصل رہے ہیں۔ جن لوگوں کو صدیوں میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنے دین کے احیا کے لیے چن لیتا ہے، اُن کو اِن صلاحیتوں میں سے وافر حصہ ملتا ہے، جس کا عکس اِن کے تادیر رہ جانے والے کاموں میں نظر آتا ہے۔ انبیا کے حوالے سے یہ بات واضح رہے کہ اِن اوصاف سے ماسوا اُن کا پہلا وصف اللہ کی جانب سے عطائے نبوت ہے اور دوسرے یہ کہ اُن کے یہ اوصاف وہبی ہیں، کسبی نہیں۔

> یہ تمام نبی، وہ برگزیدہ انسان تھے، جن کو ہم نے کتاب، حکمت و قوتِ فیصلہ اور نبوت عطا کی تھی۔ [اے محمدؐ، تم بھی اُسی سلسلے کی ایک کڑی ہو] اب اگر تمھارے مخاطبین [اہلِ مکہ کی اکثریت] نبیوں کی اِس ہدایت کو ماننے سے انکار کرتے ہیں تو کچھ پروا نہیں ہم نے کچھ اور لوگ [88] اس نعمت کے لیے منتخب کر لیے ہیں جو اس سے منکر نہیں ہوں گے۔ اے محمدؐ! سارے مذکورہ نبیوں کو اللہ نے ہدایت بخشی تھی، انھی کے راستے پر تم چلو [89]، اور

۸۸ جس وقت یہ آیت نازل ہوئی، اگر یقینی طور پر یہ بیعتِ عقبہ ثانیہ کے بعد اور ہجرت سے قبل نازل ہوئی ہے تو واضح تھا کہ یہ کچھ اور لوگ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ جو نعمت ایمان و اسلام کے یے منتخب کر لیے گئے ہیں، اہلِ یثرب ہیں، جو رسول اللہ ﷺ کے سفیروں، اسعد بن زرارہؓ اور مصعب بن عمیرؓ کی دعوت پر نبی ﷺ کی غیر موجودگی میں رسول اللہ ﷺ کو دیکھے بغیر ہی ایمان لا چکے تھے۔

۸۹ تمام انبیا توحید کا علَم لے کر شرک کے خلاف کھڑے ہوئے، تمام مخالفتوں اور مزاحمتوں کے سامنے صبر کا مظاہرہ کیا، معروف کی تلقین کی اور منکرات سے روکا، آخرت کی یاد دہانی کرائی، دنیا میں امن و سکون اور آخرت میں جنتوں کی بشارت کے ساتھ ساتھ دنیا اور آخرت میں اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔ یہ وہ نبیوں کی سنت ہے جس پر محمد ﷺ صاحبِ الصلوٰۃ والسلام نے عمل کیا اور تمام داعیانِ دین کو اس سنت پر عمل کرنا واجب ہے۔ جہاں تک زندگی کے عملی معاملات میں رہنمائی اور ضابطوں کا تعلق ہے وہ مختلف انبیاء کے ادوار میں مختلف رہے ہیں، نبی ﷺ نے ہمیں جو ضابطے عطا کیے ہیں وہ شریعتِ محمدی کہلاتے ہیں۔

منکرین کو سمجھاؤ کہ تبلیغ وہدایت کے اِس کام پر تم اُن سے کسی اجرت کے طلب گار نہیں ہو[90]، تمھاری دعوت نبوت تو سارے انسانوں کے لیے [بلا معاوضہ ملنے والی] ایک نصیحت ہے .... [مفہوم آیات ۸۹ تا ۹۰]

نبی ﷺ کے بشر ہونے پر یہود اور قریش کا اعتراض

یہود سے سن سنا کر اہلِ مکہ کہنے لگے کہ کسی انسان پر اللہ نے آج تک کچھ نازل ہی نہیں کیا۔ ایک بشر پر، جو تمام انسانوں کی طرح نطفے سے ماں کے پیٹ سے تمام انسان کے بچوں کی طرح پیدا ہوا ہو اور جو بازاروں میں چلتا پھرتا، شادیاں کرتا ہو، بال بچے والا ہو، جسے بھوک لگتی اور سردی گرمی ستاتی ہو ہرگز نبی نہیں ہو سکتا۔ ایک خاکی مخلوق کیوں کر نبی ہو سکتی ہے، کارِ نبوت کے لیے تو مافوق البشر یعنی جنسِ انسانی سے بلند کوئی مخلوق ہونی چاہیے۔ یہود خود اپنے انبیا کی بڑائی بیان کرتے ہوئے اُن کو خدائی کے مرتبے تک پہنچا دیتے۔ یہود کی پڑھائی پٹیوں کو جب قریش نے دُہرایا اور کہا کہ اللہ نے تو آج تک کسی انسان پر کچھ نازل ہی نہیں کیا تو یہ محمد (ﷺ) پر، جسے ہم ایک عام انسان کی طرح خوب جانتے ہیں، کس نے اپنا کلام نازل کر دیا؟ اللہ نے اپنی آیات کے ذریعے جواب دیا کہ اِن کم فہموں کو بتاؤ کہ اللہ نے نازل کیا! اِن سے کہو کہ تم کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل ہی نہیں کیا! جب کہ تم جانتے ہو کہ موسیٰؑ بھی ایک انسان تھا، ایک بشر تھا، اُس پر تورات کے نزول کو تو تم خوب مانتے ہو۔

منکرین نے [یہود سے سُن کر] یہ بڑی عجیب اور ناروا بات کہی کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل ہی نہیں کیا [کیا اُس کی قدرت سے بعید جانا؟]، حقیقت یہ ہے کہ انھوں نے اللہ کی قدر نہ کی جیسا کہ اُس کی قدر کا حق ہے؛ اِن [یہود] سے پوچھو، آخر اُس کتاب کا نازل کرنے والا کون تھا، جو موسیٰؑ پر اُتری تھی [یعنی تورات]، جو لوگوں کے لیے روشنی اور ہدایت تھی، جسے تم ٹکڑے ٹکڑے کر کے کچھ دکھاتے ہو اور بہت کچھ چھپا جاتے ہو اور جس کے ذریعے

---

۹۰ اٹھارہ انبیا کے تذکرے، اُن کی دعوتِ توحید، پھر دعوت پر جماؤ کے تذکروں کے بعد اُن کی بزرگی پر اللہ کی جانب سے سندِ توثیق پھر مالک الملک کا یہ جلالی فرمان کہ اگر بالفرضِ محال اِن میں سے کسی نے شرک کیا ہوتا تو ان کی ساری بزرگی دھری رہ جاتی اور اِن کی ساری کاوش و کوشش اور صبر وجد وجہد کو ہم خاک میں ملا دیتے۔ اس سب کے بعد، نبی کریم ﷺ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہ حکم ہوتا ہے کہ اِن تمام نبیوں کی سنت پر یعنی انھی کے راستے پر چلو۔ اِس ہدایت کے بعد، اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کو ان تمام برگزیدہ انبیا کی ایک اہم سنت کی اتباع کی طرف متوجہ کرتے ہیں کہ اپنے مخاطبین سے صاف کہو کہ تبلیغ و ہدایت کے اِس کام پر تم اُن سے کسی تنخواہ یا اجرت کے طلب گار نہیں ہو۔

سے تم کو وہ علم دیا گیا، جو نہ تم جانتے تھے اور نہ تمھارے باپ دادا، [کس منہ سے یہ کہتے ہیں کہ اللہ نے کسی بشر پر کچھ نازل ہی نہیں کیا!] کہو کہ اللہ نے نازل کیا..... پھر اُنھیں اپنی کٹ حجتیوں میں مصروف چھوڑ دو[۹۱]! ....

....[مفہوم آیت ۹۱]

اہلِ ایمان کا بنیادی وصف: نمازوں کی پابندی و حفاظت

یہ قرآن، جسے ہم نے نازل کیا ہے، بڑی خیر و برکت والی کتاب ہے، اپنے سے پہلے آئی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے اور اس لیے نازل کی گئی ہے کہ اس کی اشاعت و تلاوت کے ذریعے تم بستیوں کے اس مرکز [اُمّ القریٰ، یعنی مکّہ] اور اس کے اطراف میں رہنے والوں کو ڈراؤ۔ جو لوگ آخرت [مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کیے جانے اور حساب کتاب] کو مانتے ہیں وہ اس کتاب پر ایمان لے آتے ہیں اور پھر اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے ہیں[۹۲]۔ ....

....[مفہوم آیت ۹۲]

اور اُس شخص سے زیادہ گناہ گار، لپاڑیا اور افترا پرداز کون ہو سکتا ہے؟ جو اللہ پر تہمت لگائے [کہ اُس نے اپنے شریک ٹھہرائے ہوئے ہیں][۹۳]، ...... یا یوں کہے کہ مجھ پر وحی آئی ہے، جب کہ اُس پر کوئی وحی نہ آئی ہو[۹۴]۔

---

۹۱ یہ ایک بڑی اہم بات کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ اِن منکرین سے اب مزید بحث و گفتگو بے کار ہے، وہ اپنی منطقیں جھاڑتے رہیں، تم اپنی بات مدلل کہنے کے بعد جاہلوں کی کسی کٹ حجتی میں نہ اُلجھنا، یہ کارِ عبث ہے۔

۹۲ اِن آیات کے نزول تک قرآن کو ماننے والوں یعنی نبی ﷺ پر ایمان لانے والوں میں نماز کا چلن عام ہو گیا تھا اور اپنی اس امتیازی خصوصیت کی بنا پر وہ جانے جاتے تھے کہ سارے جھوٹے خداؤں سے بے گانہ ہو کر وہ قیام، رکوع، سجود اور نشست کے ایک نئے انداز سے ایک اَن دیکھی ہستی کے سامنے جھکتے، ناک اور پیشانی رگڑتے، قیام کے دوران تلاوتِ کتاب کرتے، تکبیر، تحمید و تمجید و تسبیح کرتے اور اُس کی جناب میں خشوع و خضوع سے گڑگڑاتے اور دعائیں کرتے۔ انبیاء کے ماننے والوں میں نماز ایک خاص امتیازی شان پیدا کرتی ہے، اہلِ مکہ کے سامنے اہلِ ایمان کی خشوع و خضوع والی نماز کو قرآن کی حقانیت پر ایک دلیل کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے کہ دیکھو اللہ کی ناقدری کر کے، جس کتاب کا تم انکار کرتے ہو وہ کتاب تو پچھلی کتابوں کی تصدیق کرتی ہے، خیر و برکت کا موجب ہے، جس خیر و برکت کی بشارت ہے اُس کی پہلی دلیل اُس کے ماننے والوں میں اس نماز کی محافظت ہے، جس نماز کے نتیجے میں اُن کے کردار سے ایک ہر دل عزیز اور دل نواز شخصیت برآمد ہوتی ہے۔

۹۳ یہ باتیں بنانے والے خود مشرکینِ مکہ بھی ہیں مشرکین اہلِ کتاب بھی جو اہلِ مکہ کو پٹّیاں پڑھا رہے ہیں۔

۹۴ یہ بات دو صورتوں پر بجا طور پر صادق آتی ہے کہ اپنے اوپر نزولِ وحی کا دعویٰ اتنا بڑا ہے کہ اگر کرنے والا جھوٹا ہے تو بڑا افترا پرداز ہے اور یقینی طور پر محمد ﷺ جیسا شخص جو تمھارے درمیان صادق و امین جانا جاتا ہے جس کا کردار اِس خصلت سے کوسوں دور ہے ہرگز یہ دعویٰ جھوٹا نہیں کر سکتا۔ دوسری صورت یہ کہ مذاق اُڑانے کے لیے یا فساد برپا کرنے کے لیے جب کوئی یہ

یا جو اللہ کے نازل کردہ کلام کے مقابلے میں دعویٰ کرے کہ میں بھی ایسا کلام پیش کر سکتا ہوں[95] کاش تم ایسے ظالموں کو اس حالت میں دیکھ پاتے جب کہ وہ عالمِ نزع میں موت کے منہ میں گھس رہے ہوتے ہیں، فرشتے ہاتھ بڑھا بڑھا کر اُن کی روح قبض کرنے کا یوں مطالبہ کر رہے ہوتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں، آج تمھیں اللہ پر ناحق تہمتیں باندھنے اور اُس کے کلام کے مقابلے میں استکبار و سرکشی دکھانے کی پاداش میں ذِلّت و رسوائی کا عذاب دیا جائے گا[96] ۔ .... [مفہوم آیت ۹۳]

مشرکین اپنے خود ساختہ سفارشیوں کو غائب پائیں گے

اور جب یہ متکبرین دنیا سے نکال کر اللہ کے حضور پہنچا دیے جائیں گے تو اللہ فرمائے گا ....اور اب، انجامِ کار تم ویسے ہی [بے لباس] دنیا سے اکیلے ہمارے سامنے پیش ہو گئے، جس طرح بار اوّل دنیا میں [ماں کے پیٹ سے اکیلا نکالتے ہوئے] پیدا کیا تھا[97] اور جو کچھ دنیا میں ہم

کہے کہ اُس پر، محمد ﷺ کی تعلیمات کے برخلاف کوئی وحی آئی ہے جو اُس کی لائی ہوئی کتاب و شریعت کے مقابلے میں بہتر و معتبر ہے تو یقینی ایسا شخص افترا پرداز ہے۔ یہود و ہنود نے مسلمانوں کے درمیان گھس کر خود اپنی جھوٹی کرامات اور الہامات کے دعووں سے یا مسلمانوں کے درمیان معروف شخصیتوں سے ایسی باتیں منسوب کر کے یہ کام کیا، بلاشبہ اُن سے بڑھ کر کوئی افترا پرداز نہیں۔

۹۵ دورِ نبوت میں بھی اور بعد میں مختلف ادوار میں بھی ایسے نام نہاد "دانش ور اور عربی دان" لوگ پیدا ہوئے ہیں، جو قرآن کے اس دعوے کو قبول کرتے ہیں کہ اس جیسی کوئی سورۃ یا کچھ آیات بنا کر لاؤ اور پھر وہ کلام پیش کرتے ہیں جو کبھی اہلِ علم میں اپنے مواد اور اپنی زبان کے اعتبار سے وزن نہ پا سکا۔ قرآن کہتا ہے کہ وہ سخت افترا پرداز ہے۔ میرے علم میں ایسے چند لوگوں کے نام ہیں مگر اُن کو بیان کر کے سطور کو گندہ کرنا ہے۔

۹۶ یعنی ایسے افترا پرداز جو اللہ کے شریک ٹھہرائیں یا اپنے اوپر وحی کا جھوٹا دعویٰ کریں [جیسے مسیلمہ کذاب، اسود عنسی، سجاع بنت حارث، مختار ثقفی، میمون قداح، طلحہ بن خویلد، ابن مقنع، سلیمان قرمطی، بابک خرمی اور عیسیٰ بن مہروم وغیرہ] یا قرآن کے مقابلے میں کوئی اپنی تصنیف شدہ آیات پیش کریں، اُن پر استکبار و سرکشی دکھانے کی پاداش میں ذِلّت و رسوائی کے عذاب کا سلسلہ اُن کے اوپر موت طاری ہونے کے عمل کے ساتھ ہی شروع ہو جائے گا۔ یہ آخرت کا نہیں بلکہ برزخ کا معاملہ ہے، برزخ انسان کے لیے اُس کی موت اور آخرت کے درمیان حائل ایک دَور کا نام ہے، جس میں صالح ایمان دار عزت، آرام و سکون سے رکھے جاتے ہیں اور کفار رسوائی کے ساتھ عذاب کی تکلیف میں رہتے ہیں۔

۹۷ اللہ تعالیٰ جا بجا اپنی کتاب میں تخلیقِ انسان کو اپنی قدرت، خلاقیت پر گواہی کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ کس طرح حقیر نطفے سے انسانی زندگی کا رحمِ مادر میں آغاز ہوتا ہے، کس عالمِ بے بسی میں وہ ماں کے پیٹ سے نکلتا اور باہر آ کر سانس لینا سیکھتا ہے، پھر چلنا، بولنا اور کچھ کرنا کمانا سیکھتا ہے؛ پھر سب دنیا میں چھوڑ کر ویسا ہی ننگا اللہ کے آگے بے بس و مجبور حساب کے لیے اُسے پیش ہونا ہے۔

نے تمھیں سامانِ زندگی دیا تھا، سارا پیچھے وہیں چھوڑ آئے ہو، ہم تمھارے ہم راہ اُن سفارشیوں کو بھی نہیں دیکھ رہے ہیں جن کے بارے میں تم دعویٰ کرتے تھے کہ تمھارے کام بنانے میں ہمارے ساتھ اُن کا بھی کوئی حصہ ہے، آج کیوں تمھارے جھوٹے کارسازوں اور مشکل کشاؤں سے تمھارا کوئی رابطہ نہیں؟ اور وہ سب کیوں نظر نہیں آتے جن کا تمھیں زعم تھا کہ وہ تمھیں بخشوالیں گے؟ .... [مفہوم آیت ۹۴]

بلاشبہ اللہ ہی کی وہ ہستی ہے، جو بیجوں [کے دانے] اور گٹھلیوں کو پھاڑنے والا ہے [جب وہ اُنھیں اُگاتا ہے]۔ وہی زندگی اور موت کے ایک سائیکل [چکر] کو اس کائنات میں چلائے ہوئے ہے جس میں مردہ عناصر اور اشیاء زندگی پاتی ہیں اور زندہ چیزیں مردہ ہو کر واپس زمین میں چلی جاتی ہیں۔ اُسے بُھلا کر تم کدھر بہک رہے ہو! وہی شب تاریک کو چاک کر کے نورِ صبح کو برآمد کرتا ہے۔ اُسی نے رات کو سکون و آرام کے لیے بنایا ہے اُسی نے چاند اور سُورج کو ایک انتہائی پیچیدہ حساب پر انتہائی پابندی سے چلنے کا پابند کیا ہے .... یہ سب اُسی زبردست ہستی کی قدرت اور علم کے مقرر کیے اندازے [تقدیر] ہیں۔ .... [مفہوم آیات ۹۵تا۹۶]

اور اللہ ہی وہ ہستی ہے، جس نے تمھارے لیے تارے بنائے تاکہ صحرا اور سمندر کی چہار جانب، رات کے دوران پھیلی یکساں تاریکیوں [98] میں راستوں کا تعین کر سکو۔ دیکھو ہم اپنے وجود اور اپنی قدرت کی نشانیاں کھول کر بیان کر رہے ہیں، مگر وہی ادراک و احساس کر سکیں گے جو [اللہ کے عطا کردہ] فہم و فراست کو استعمال کرتے ہیں۔ اور وہ اللہ ہی تو ہے جس نے ایک جان [آدم علیہ السلام] سے تم کو پیدا کیا، پھر ہر انسان کے لیے ایک شہر و مقام رہنے کے لیے مقرر کر دیا اور ایک مٹی میں مل، خاک ہونے [مدفن / قبر/ oseplace of disp] کے لیے۔ یہ زندگی و کائنات کی حقیقت سمجھنے کے واضح دلائل ہیں، اُن کے لیے جن کی سمجھ بوجھ فطرت سے ہم آہنگ ہے [99] [ابھی مسخ نہیں ہوئی]۔ اور اللہ ہی وہ ہستی ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا، پھر اُس پانی کے ذریعے ہر طرح کے پیڑ، پودے، گھاس، پھوس کو نکالا، پھر اُن کو سرسبز و شاداب باغ اور کھیتیوں میں تبدیل کر دیا، جن سے تہ بہ تہ

---

98 انڈیا کا مختصر راستہ تلاش کرنے کی مہم میں، سمندر پر اللہ کی طاری کردہ یہ یکساں تاریکیاں ہی تو تھیں جن میں ٹامک ٹوئیاں مارتے ہوئے واسکوڈی گاما کو لمبس، ساحلِ امریکا سے جا ٹکرایا تھا، لوگو، بتاؤ کون کولمبس کو وہاں لے گیا؟ کون تاریخِ انسانی کو ایک نئے دور میں داخل کر رہا تھا؟ ایک اکیلا اللہ!

99 انسانی زندگی میں یہ موت و حیات کا تسلسل برقرار رہنا اور ایک ضابطے کے مطابق چلے جانا زندگی و کائنات کی یہ حقیقت سمجھنے کے واضح دلائل مہیا کرتا ہے کہ ایک خالق و مالک ہے جس نے اس کائنات کو عبث اور بے مقصد نہیں پیدا کیا ہے اور ایک روزِ حساب ضرور آئے گا، مگر یہ حقیقت اُن سعید روحوں پر ہی آشکار ہوتی ہے کہ، جن کے اذہان مادہ پرستی کی وجہ سے ماؤف نہیں ہو چکے ہوتے ہیں۔

چڑھے ہوئے اناج [گندم، جو، مکئی اور چاول] کے دانے نکالے اور کھجور کے شگوفوں سے پھلوں کے گچھے لٹکتے ہوئے پیدا کیے، اور اُسی پانی سے انگور، زیتون اور انار کے باغ اُگائے، اور یہ پھل آپس میں ملتے جُلتے بھی ہیں اور بڑی انفرادیت والے بھی ہیں۔ اگر عقل و شعور ہو تو درختوں پر غور کرو جب وہ پھل لاتے ہیں اور پھر اِن پھلوں کو غور سے پکتا دیکھو، اِن سب چیزوں میں ہماری تخلیق و وجود کے زبردست دلائل ہیں، مگر صرف اُن لوگوں کے لیے جو ایمان لانا چاہیں[100]۔ .... [مفہوم آیات ۹۷–۹۹]

یہ سارا کارخانۂ قدرت دیکھنے کے باوجود لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھیرا دیا، حالاں کہ وہ تو جنوں کا خالق ہے، اور مزید ظلم یہ کہ بغیر کسی علم و دلیل کے، اللہ کے لیے بیٹے اور بیٹیاں گھڑ لیں، حالاں کہ وہ تو پاک اور بالا تر ہے اِن چیزوں سے، جن کی تہمت اِن لوگوں نے اُس پر لگائی ہے۔ .... [مفہوم آیت ۱۰۰]

وہ تو آسمانوں اور زمین کا موجد ہے۔ بھلا اُس کے اولاد کیسے ہو سکتی ہے جب کہ اُس کی بیوی ہی نہیں ہے۔ اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ پس یہ اللہ ہی تمھارا مالک، پرورش کرنے اور پالنے والا، ہر چیز کا خالق ہے، اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے، لہٰذا تم اُسی کی اطاعت، عبادت و بندگی کرو، وہ ہر چیز پر نگراں ہے۔ تمھاری نظریں اس کو نہیں دیکھ سکتیں مگر وہ تمھاری نظروں کو دیکھتا اور اُن کی پہنچ [حدِ نظر/نیت] کو پالیتا ہے، وہ نہایت باریک بیں اور باخبر ہے۔ .... مفہوم آیات ۱۰۱ تا ۱۰۳

اہلِ ایمان کے ذمے منکرین کو لازماً راہِ راست پر لانا نہیں ہے

نبی اکرم ﷺ کو ایک مدت ہوگئی پکارتے، پکارتے: آپؐ کی تسلی کے لیے اور تا قیامت دین کے داعیان، مصلحین اور متجددین کے لیے یہ رہ نمائی ہے کہ بندۂ مومن کا کام صرف اپنے ذمے کے کام کو کر لینا ہے، باقی سارا کام اللہ کا ہے۔ لوگ مانیں تو فبہا، نہ مانیں تو اپنا دل دکھانے کی قطعاً حاجت نہیں ہے اور کسی بھی طور معاشرے میں اصلاح کر دکھانا، نہ کبھی کسی بھی نبیؑ کا کام رہا ہے اور نہ ہی بعد میں کسی مصلح کو یہ ذمے داری اپنے سر لینے کی ضرورت ہے!

ایک کافرانہ، غیر مسلم معاشرے میں کام اس لحاظ سے سادہ اور آسان ہوتا ہے کہ لوگ اسلام قبول کر لیں تو یہ اُن کی فلاح ہے، نہ کریں تو داعی اپنے آپ کو مجبور پاتا ہے، اُسے جھنجلاہٹ طاری نہیں

---

۱۰۰ جنھوں نے طے کر لیا ہے کہ ایمان لانا ہی نہیں ہے، اور اپنی ڈفلی ہی کو بجائے جانا ہے، اُن کے لیے دلائل بے کار ہیں، اُن کے لیے جہنم کی آگ مقدر اور موزوں تر ہے، مگر داعی کو اُن کے سامنے دلائل سے حجت تمام کرنی ضرور ہے۔

ہوتی۔ منکرین کی جانب سے ہر مخالفت متوقع ہوتی ہے اور برداشت کا حوصلہ ملتا ہے۔ مگر ایک بگڑے ہوئے مسلمان معاشرے میں جہاں صاحبانِ اقتدار اور صاحبان عزت، مال و جاہ، علماء، پیر مولوی سب ہی بگڑے ہوئے ہوائے نفس کے اور پیٹ کے بندے ہوں، وہاں کام زیادہ مشکل ہوتا ہے۔ صاحبانِ اقتدار کو اپنا اقتدار اور صاحبانِ جبہ و دستار کو اپنی ساکھ خطرے میں نظر آتی ہے وہ سب ایک صحیح احیائے اسلام کی دعوت کے خلاف کافروں اور مشرکین مکہ سے زیادہ بُرے مخالف ثابت ہوتے ہیں۔ اِن بگڑے ہوئے اپنے ہی ہم قوم مسلمانوں کے درمیان کام کرتے ہوئے کام یابی نہ ملنے پر شدید مایوسی ہوتی ہے اور بسا اوقات باطل کے خلاف دعوت میں داعی مداہنت سے کام لینے پر راضی ہونے لگتا ہے۔ یہ وہ موقع ہے جہاں قرآن ہماری رہ نمائی کرتا ہے کہ ! اِن کے انکار و طغیان کی پروانہ کرو تم اِن پر داروغہ بنا کر نہیں بھیجے گئے ہو۔ داعی کے لیے ضروری ہے کہ وہ لوگوں کے ووٹ اور نوٹ دونوں سے بے نیاز ہو کر حق بات کہے۔ کسی کی مخالفت میں اُس کی اچھی بات کی تصدیق، حمایت اور تعریف کرنے اور اپنے کسی حامی کی غلط بات کی تکذیب و مخالفت کرنے سے نہ چوکے، یہ وہ اصول ہے جو مروّجہ سیاسی چلن کے خلاف ہے۔ مسلمان معاشروں میں احیائے دین کے لیے قایم جماعتیں، فوری کام یابی کی دُھن میں اس اصول کو فراموش کر دیتی ہیں۔

اے محمدؐ، لوگوں سے کہو، تمھارے رب کی طرف سے کائنات کی تخلیق کی حقیقت عیاں کرتی بصیرت آگئی ہے [اشارہ ہے قرآن مجید اور خصوصی طور پر آیاتِ گزشتہ کی جانب]، اب جو فہم و شعور سے اس بصیرت کو استعمال کرے گا، وہی اپنا ہی بھلا کرے گا اور جو اندھا بنے گا، اُس کا وبال وہ خود ہی بھگتے گا، میں تم کو زبردستی ایمان کی راہ پر لانے والا نگراں نہیں ہوں۔ اے محمدؐ، ہم اپنے کلام مجید کو بار بار، نوع بہ نوع طور پر یوں بیان کر رہے ہیں کہ تمھارے مخاطبین [کے دل] بے ساختہ بول اُٹھیں کہ بات کو سمجھانے کا حق ادا کر دیا [اور اُنھیں جب اس فطری گواہی پر شیطان مطعون کرے تو اپنی گواہی کو تبدیل کر دیں کہ کہیں تم کسی سے پڑھ آئے ہو]، پس جو لوگ اخلاص و شعور رکھتے ہیں ان پر ہماری جانب سے بات واضح کر دی گئی [۱۰۱]۔ اے محمدؐ! اِن کے انکار و طغیان کی پروانہ کریں اور بس اُس چیز کی پیروی کیے جائیں، جو تم پر تمھارے رب کی طرف سے وحی کی جا رہی ہے، اِس لیے کہ اُس کے سوا

---

۱۰۱ یاد رہے کہ اہلِ مکہ سے یہ کلام آخر، آخر ہے، چند ہفتے باقی ہیں کہ نہ رسول اللہ ﷺ مکہ میں رہیں گے اور نہ ہی اب کبھی جبریل امینؑ یہاں تشریف لایا کریں گے۔

کوئی اور حاکم، قابلِ اتباع، اطاعت و عبادت ہے ہی نہیں۔ یہ مشرکین ایمان نہیں لاتے تو نہ لائیں، اِن کے پیچھے نہ پڑو[۱۰۲]۔ اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرپاتے اور ایمان لے آتے۔ ہم نے تم کو ان پر زبردستی ایمان قبول کروانے کا حاکم [انسپکٹر یا داروغہ] مقرر نہیں کیا ہے اور نہ تمھارا اِن پر کچھ اختیار ہے۔ ....

.... [مفہوم آیات ۱۰۴ تا ۱۰۷]

منکرین کے معبودوں کو گالی نہ دینا

کفار کی ہٹ دھرمی واضح ہے، اِن کے ایمان لانے کا بھی کوئی امکان نظر نہیں آرہا اور ساتھ ہی وہ بے سروپا دِل دکھانے والی باتیں بھی کررہے ہیں، اس صورتِ حال میں امکان ہے کہ بتقاضائے بشری انسان کے منہ سے اِن منکرین کے لیے، اِن کے اکابرین اور لیڈروں کے لیے یا اِن کے معبودوں کے لیے کوئی نا زیبا بات نکل جائے، چناں چہ منع کیا گیا کہ اِن کے معبودوں کو گالی نہ دی جائے۔ اس حکم میں صرف پتھر اور لکڑی کے بنائے ہوئے معبود ہی نہیں وہ مذہبی، سیاسی و دیگر مقتدر لیڈران و اکابرین بھی داخل ہیں جن سے یہ انتہائی عقیدت رکھتے ہیں اور اُن کا حکم بھی اپنے معبودوں کے حکم کی طرح مانتے ہیں۔

اے ایمان والو! یہ لوگ اللہ کے سوا جن کو پکارتے ہیں اُنھیں گالیاں نہ دینا، کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ کی قدر سے ناواقفیت کی بنا پر ضد میں آکے، اُلٹا اللہ کو گالیاں دینے لگیں، کیوں کہ ہم نے ہر گروہ کی نظروں میں اُن کے اعمال کو خوش نما بنا دیا ہے[۱۰۳]، آخر کار اُنھیں اپنے رب ہی کی طرف پلٹنا ہے، تب وہ اُنھیں جتادے گا کہ وہ کیا کرتے رہے تھے۔ .... [مفہوم آیت ۱۰۸]

یہ لوگ بڑی بڑی قسمیں کھا کر یقین دلاتے ہیں کہ اگر [کوئی ایمان پر مجبور کرنے والا ایسا] معجزہ آجائے [کہ جھٹلانا ممکن نہ ہو] تو ہم اس پر ایمان لے آئیں گے۔ اے محمدؐ! انھیں بتاؤ کہ معجزے میرے اختیار میں نہیں، اللہ کے

---

۱۰۲ فرمانِ الٰہی ہے کہ اِن کے ایمان نہ لانے پر اپنا دل نہ دکھاؤ اور غم نہ کرو، اگرچہ بتقاضائے بشری اس سے مفر نہیں۔

۱۰۳ حکمتِ تبلیغ یہی ہے کہ مشرکین کے معبودوں کو گالی نہ دی جائے، جن گزرے ہوئے انسانوں کو گم راہ لوگ اپنا داتا، دست گیر اور اللہ کے ہاں سفارشی جان کر خدائی کے مرتبے پر فائز کردیتے ہیں، وہ سارے ہی اللہ والے اور موحد نہیں ہوتے بلکہ اُن میں سے تو اکثر نے تو خود ہی اپنی خدائی کے نعرے لگائے ہیں، انھوں نے خود اپنے لیے وہ فلسفے تراشے ہوتے ہیں کہ وہ ذاتِ خداوندی میں جذب ہو کر اُس کی ایک اکائی کہلائیں، اُن کی لن ترانیاں اُن کے اپنے یا اُن سے منسوب ملفوظات میں عام ملتی ہیں، اللہ کا حکم ہو رہا ہے کہ انھیں گالی نہ دی جائے۔

پاس ہیں۔ جان لو کہ یہ منکرین معجزے دیکھ بھی لیں تو یہ ایمان لانے والے نہیں۔اِن کی دعوت ایمان کو ٹھکرانے کی شامتِ اعمال یہ ہے کہ جب نشانی دیکھیں گے تو جس طرح ان کے دل اور نگاہوں نے بارِ اوّل دعوت کا انکار کیا ہے، نشانی دیکھ کر بھی ویسے ہی انکاری رہیں گے، ہم اُن کو اُسی انکار کے راستے پر الٹ دیں گے اور ان کو ان کی سرکشی میں بھٹکتے ہوئے چھوڑ دیں گے۔ .... [مفہوم آیت ۱۰۹ تا ۱۱۰]

اگر ہم فرشتے بھی ان کی طرف بھیجتے اور مردے ان سے باتیں کرتے [عالم مابعد موت کے حال سناتے] اور اِن کے مطالبوں پر دنیا بھر کی چیزوں کو ہم ان کی آنکھوں کے سامنے جمع کر دیتے تب بھی یہ ہر گز ایمان نہ لاتے۔ یہ تو جبھی ممکن تھا کہ اللہ کی مرضی یہی ہوتی کہ وہ ایمان لائیں، مگر ان کی اکثریت جاہلیت میں مبتلا ہے [اور اللہ کی سنت نہیں کہ جاہلوں کو اُن کے نہ چاہتے ہوئے نعمتِ ایمان سے نواز دے]۔ اے نبیؐ تمھارے ساتھ کوئی نیا معاملہ نہیں ہم نے تو اسی طرح ہمیشہ انسانوں اور جنوں کے شیطانوں [شریروں] کو ہر نبی کا دشمن بنایا، یہ ایک دُوسرے کو دھوکہ دیتے[۱۰۴] اور پُر فریب باتیں القا کرتے ہیں۔اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ یہ نہ کرپاتے۔ پس تم اُنھیں، اُن کے حال پر چھوڑ دو کہ لمبی چوڑی فضول اور بے پر کی اُڑاتے رہیں۔ .... [مفہوم آیت ۱۱۱ تا ۱۱۲]

[منکرین کو] یہ ڈھیل اس لیے دی گئی ہے تا کہ خوفِ آخرت سے خالی قلوب، دنیا کی خوش نمائی کے دھوکے میں زیادہ سے زیادہ مبتلا ہوں اور اپنی پسندیدہ بُرائیوں میں اتنا مست ہو جائیں جتنا بھی بقدرِ ظرف وہ ہو سکیں۔ اے اہلِ ایمان[۱۰۵]، کیا میں اللہ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے والا تلاش روں؟ حالاں کہ وہ پوری تفصیل کے ساتھ تمھاری طرف اپنی کتاب کے احکامات [بیانیے، تبصرے] نازل کر رہا ہے۔ اے نبی، جن امتوں کو ہم نے تم سے قبل آسمانی کتاب عطا کی تھی [یہود و نصاریٰ]، وہ بخوبی واقف ہیں کہ یہ کتاب تمھارے رب ہی کی طرف سے حق کے ساتھ بھیجی گئی ہے۔ پس تم اللہ کے وعدہ نصرت اور منکرین کی عن قریب رُسوائی کے اعلان پر ہر گز شک کرنے والوں میں شامل نہ ہونا کہ تمھارے رب کا کلام سچائی اور انصاف کے اعتبار سے کامل ہے، کوئی اس کے وعدوں، فیصلوں اور احکامات سے متعلق فرامین کو تبدیل کرنے والا نہیں ہے اور وہ سب کچھ سُنتا اور جانتا ہے .... [مفہوم آیت ۱۱۳ تا ۱۱۵]

---

۱۰۴ اللہ کے نبیوں اور اُن کے پیروکار داعیانِ حق کے مقابلے میں اپنی فلسفہ سازیوں سے، شیطان کے چیلے نہ صرف اپنے پیچھے چلنے والوں کو دھوکہ دیتے ہیں بلکہ ایک دوسرے کو تقویت بہم پہنچا کر در حقیقت یہ ایک دُوسرے کو دھوکہ دے رہے ہوتے ہیں۔

۱۰۵ اگلا جملہ اللہ تعالیٰ نبی ﷺ کی زبانِ مبارک سے اہلِ ایمان کی یاددہانی کے لیے ادا کر رہے ہیں، جیسا کہ کتاب کی تلاوت کرنے والے جانتے ہیں کہ حق و باطل کی کشمکش کے اس نازک فیصلہ کن موڑ پر صبر اور جماؤ کی ازبس ضرورت ہے۔

اکثریت معیارِ حق نہیں ہوتی

ایک جمہوری نظام میں اکثریت کی رائے حق مانی جاتی ہے لیکن اسلام کا کہنا یہ ہے کہ ملک میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کی رائے کو دلیلِ حق مانو گے، تو وہ تمھیں گم راہ کر دیں گے۔ اسلام کی قایم کردہ حدود کے اندر لوگ اختلافِ رائے بھی کر سکتے ہیں اور صاحبانِ امر، لوگوں کی اکثریت کے مشورے سے انصاف کے ساتھ فیصلے بھی کر سکتے ہیں، لیکن اُس کی قایم کردہ حدود سے باہر جمہور اور اکثریت کی رائے پر التفات بے معنی ہے اور اِن کو ہم نوا بنانے کے لیے کوئی مداہنت نہیں برتی جاسکتی۔

> اے محمدؐ! اگر تم سرزمین [ملک] میں بسنے والے لوگوں کی اکثریت کی رائے کو[۱۰۶] [دلیلِ حق] مانو گے، تو وہ تمھیں گم راہ کر دیں گے۔ وہ تو محض گمان پر چلتے اور بغیر علم کے خیالی گھوڑے دوڑاتے ہیں۔ بالیقین، اکثریت نہیں بلکہ تمھارا رب، زیادہ بہتر جانتا ہے کہ کون اُس کے راستے سے بھٹکا ہوا ہے اور کون ہیں، جو راہِ راست پر ہیں۔ پس ، جن جانوروں پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، بس اُن ہی کا گوشت کھاؤ، اگر تم لوگ اللہ کے احکامات کی پاس داری کا خیال [ایمان] رکھتے ہو۔ .... [مفہوم آیات ۱۱۶تا۱۱۸]

اِن آیات [جو گزری ہے اور جو آنے والی ہے] کے نزول سے قبل ہم دیکھتے ہیں کہ سُوۡرَۃُ النَّحۡل [آیت ۱۱۵] میں معاملاتِ زندگی کے لیے احکامات و قوانین دیے گئے تھے۔ گزشتہ ۱۳ برس، مکّے میں سارا زور عقائد و اخلاقیات کے ساتھ معلوم معروف کی تلقین اور منکرات سے بچنے کی تلقین پر تھا، معاملات زندگی کے لیے احکامات کا آنا ہوا کے رخ کی تبدیلی کا مظہر ہے، یہ ایک نئے دور کے آغاز کی اطلاع ہے، جو دو ماہ بعد یثرب میں شروع ہونے والا ہے۔

> اور تم ان چیزوں میں سے کیوں نہ کھاؤ جن پر اللہ کا نام لیا گیا ہو، رہی حُرمت والی ممنوع چیزیں تو اللہ اُن کی تفصیل تمھیں پہلے بتا چکا ہے[۱۰۷]، جان لو کہ اِن کا استعمال حالتِ اضطرار کے سوا اللہ نے حرام کر دیا ہے۔۔ بے شک

۱۰۷ ملک میں انسانوں کی اکثریت کا اِس کتاب اور اہلِ ایمان سے اختلاف کرنا نہ اکثریت کے حق ہونے کی دلیل ہے اور نہ ہی اللہ کی زمین پر اکثریت کی پسند اور مرضی کے نظام زندگی کے لیے کوئی استحقاق ہے۔

۱۰۸ اشارہ ہے سُوۡرَۃُ النَّحۡل کی آیت ۱۱۵ کی جانب، جس میں کہا گیا تھا: "اس نے تو تم پر بس چار چیزیں حرام کی ہیں: مُردار، خُون ، سُوَر کا گوشت اور وہ چیز، جس پر اللہ کے سوا کسی اور کا نام پکارا جائے [یعنی ایسی کوئی بھی چیز جو غیر اللہ کی نذر، نیاز میں اُس کی خوش نودی کے لیے کھلائی جائے یا خرچ کی جائے] البتہ بھُوک سے مجبور ہو کر اگر کوئی اِن چیزوں میں سے کچھ کھالے، بغیر گناہ کی خواہش کے اس طرح کہ جان بچانے کے لیے تھوڑی بھوک مٹانے کی حد تک، تو یقیناً اللہ معاف کرنے اور رحم فرمانے والا

اکثر لوگوں کا حال یہ ہے کہ بغیر علم کے محض اپنی خواہشات [مشرکانہ بدعات] کی بناپر لوگوں کو گم راہ کرتے ہیں، تمھارا رب ان حد سے گزرنے والوں کو خوب جانتا ہے۔ گناہ خواہ اعلانیہ ہوں یا پوشیدہ، دونوں ہی سے بچو۔ جو لوگ گناہوں میں ملوث ہوتے ہیں وہ اپنی کمائی کا بدلہ جلد ہی پاکر رہیں گے۔ ایسے جانور کا گوشت، جسے اللہ کا نام لے کر ذبح نہ کیا گیا ہو ہر گز نہ کھاؤ، ایسا کرنا بڑا گناہ [فسق] ہے۔ شیاطین اپنے ساتھیوں کے دِلوں میں شکوک و اعتراضات القا کرتے ہیں[۱۰۸] تاکہ وہ تم کو غیر ضروری اور فضول باتوں میں اُلجھائیں۔ لیکن اگر تم نے اُن کی اطاعت کی تو یقیناً تم مشرک ہو[۱۰۹]۔ .... [مفہوم آیات ۱۱۹ تا ۱۲۱]

شہروں پر امامتِ فسّاق و فجّار

اگلی آیہ مبارکہ میں جہالت کی تاریکیوں میں پڑے انسانوں کی تمثیل ہے جو اپنے آپ کو بڑا دانش ور جانتے ہیں۔ انبیا کی تعلیمات سے کورا، نورِ ہدایت سے نا آشنا، جہالت کی تاریکیوں میں بسنے والا انسان؛ فضلے میں پیدا ہونے والے کیڑے کی مانند ہے جو اپنی ناک سے گندگی کو دھکیلتا ہے اور وہ گندگی کیڑے کو [جاہل کو جہالت] اتنی پسند ہوتی ہے کہ اُس سے باہر نکلے تو مر جائے۔

وحی سے نا آشنا، مشرک ہی سب سے بڑے ظالم اور جاہل ہیں، یہ اصطلاحات دورِ نبوت میں کفر کے علم برداروں کے لیے کثرت سے استعمال کی گئیں، کافرِ اعظم؛ عمرو بن ہشام کو ابو جہل کا خطاب عطا ہوا۔ تہذیب جدید میں جہلا نے یہ دیکھ کر کہ اسلامیان کا محاذ خالی ہے اور اُن کو کوئی جاہل کہنے والا نہیں

ہے"۔ یہ بات یہاں یاد رہے کہ سُوْرَۃُ النَّحْل کچھ قبل ہی نازل ہوئی تھی [واللہ اعلم]، جس کا حوالہ آیہ مبارکہ میں دیا گیا ہے۔

۱۰۹ یہ آیت کریمہ دلالت کرتی ہے کہ وہ کشف و الہامات جو دل میں القا ہوتے ہیں سارے ہی رحمانی نہیں ہوتے۔ یہ کشف و الہامات صوفیاء کے ہاں بہت کثرت سے واقع ہوتے ہیں، اپنے مجرد الہام ہونے کی بنا پر اِس بات کی دلیل نہیں کہ وہ حق ہیں، اگر قرآن و سنت اُن کے حق ہونے کی گواہی دیں تو اُن کو قبول کیا جا سکتا ہے، اور اگر قرآن و سنت کے منافی کشف و الہامات ہوں تو وہ قابلِ رد ہیں کیوں کہ یہ شیطان کی جانب سے بھی ہوتے ہیں جیسا کہ یہ آیت وضاحت کر رہی ہے۔

۱۱۰ اللہ کی نافرمانی میں، اللہ سے اعلانیہ باغی انسانوں کے احکام پر چلتے ہوئے اور ان کے بنائے ہوئے اُصولوں کی پابندی کرنا، شرک ہے۔ اللہ کے ساتھ اگر کسی دُوسری ہستی کی اطاعت و فرماں برداری کو مستقل بالذّات اُس کا حق مان لیا جائے تو یہ شرکیہ عقیدہ ہے، اور اگر عملاً عقیدہ تو نہ بنایا جائے مگر ایسے لوگوں کی اطاعت کی جائے جو اللہ اور اُس کے رسول کی ہدایات سے بے نیاز ہو کر خود قانون ساز بن گئے ہوں تو یہ عملی شرک ہے۔

ہے انھوں نے اپنے آپ کو دانش ور intellectual کہلانا شروع کر دیا اور اسلامیان کو عقل کے مقابلے میں وحی کی ہدایت کو تسلیم کرنے والوں کو رجعت پسند، قدامت پسند کہنا شروع کر دیا، خرد کا نام جنوں پڑ گیا، جنوں کا خرد- جو چاہے آپ کا حسنِ کرشمہ ساز کرے۔

ایک ایسا آدمی جو پہلے نورِ ہدایت سے نا آشنا [گویا مردہ] تھا پھر ہم نے اسے ہدایت عطا کی [نورِ ایمان سے گویا اُسے زندگی مل گئی] جس کی رہ نُمائی میں وہ لوگوں کے درمیان زندگی کی راہیں طے کرتا ہے کیا اُس آدمی کی مانند ہو سکتا ہے جو جہالت کی تاریکیوں میں پڑا ہوا ہو اور کسی طور اُن سے نہ نکلتا ہو؟ جاہلوں کی نظر میں تو اسی طرح ان کے اعمالِ بد خوش نما بنا دیے گئے ہیں، ہم نے ہر بستی پر اس کے جرائم پیشہ افراد کو مسلط کر دیا ہے[111] کہ وہ وہاں اپنے مکر کی چالیں چلیں، حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے ہی جال میں گرفتار ہوتے ہیں، مگر اُنھیں کوئی ہوش و آگہی نہیں۔
[مفہوم آیات ۱۲۲ - ۱۲۳]...

اگلی آیت میں آپ دیکھ سکتے ہیں کہ مکہ میں سردارانِ قریش کو جو مہلت عمل ملی تھی اُس کے ختم ہونے کا وقت قریب آ لگا ہے، میدانِ بدر میں جو عذاب مقدّر تھا یہ آیۃ اُس کی پیش گوئی کرتی ہے۔

اِن کی جہالت کا عالم یہ ہے کہ جب اللہ کا رسول اُن کے سامنے ہماری نازل کردہ کوئی آیت تلاوت کرتا ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جب تک نزولِ وحی براہِ راست ہم پر نہ ہو، ہم نہیں مانیں گے۔ اللہ زیادہ بہتر جانتا ہے کہ اپنا رسول کسے بنائے، ذرا اِن کی مکاریاں تو دیکھو! وقت قریب آ لگا ہے، جب یہ مکار اپنی زبان درازی اور چال بازیوں کے جرم میں اللہ کے ہاں ذلّت اور رسوائی کے ساتھ عذابِ شدید سے دوچار ہوں گے۔ ....[مفہوم آیت ۱۲۴]

ہدایت دینے اور گمراہی میں بھٹکتا چھوڑنے کے باب میں اللہ کا طریقہ

اسلام ایک مکمل ضابطہ حیات ہے، جس کے طریقے بہت سادہ اور آسان ہیں۔ اسلام انسانوں کو انسانوں کی غلامی سے اور رسم و رواج کے بندھنوں سے آزاد کرنے والا ہے، تاہم یہ بات جان لی جائے کہ قرآن میں مذکور اس نظام کے فہم کے دروازے نصیحت کے قدردانوں کے لیے ہی کھل پاتے ہیں۔ ناقدروں اور اپنی عقل پر زیادہ اعتبار کرنے والے بھٹکتے رہتے ہیں۔

111 افسوس کہ منکرین کی شہروں پر امامتِ فسّاق و فجّار کا یہ قرآنی کلیہ آج نام نہاد مسلمان ممالک کے شہروں میں آپ ہر سو نافذ دیکھ سکتے ہیں، اِلّا ما شاء اللہ [مئی ۲۰۱۸]

معاملہ یہ ہے کہ جس کو اللہ ہدایت کا متلاشی پا کر، ہدایت بخشنے کا ارادہ کرلیتا ہے اُس کے دل کے دروازے اسلام کے لیے کھول دیتا ہے اور جسے گم راہی پر ہٹ دھرم پا کر بھٹکانے کا ارادہ کرتا ہے اُس کے دل کے دروازے اسلام کے لیے تنگ کر دیتا ہے اور یہ تنگی بھی ایسی کہ اسلام کا نام سُنتے ہی اُسے لگتا ہے گویا آسمان میں چڑھنا پڑ رہا ہے، اس طرح اللہ ایمان نہ لانے والوں پر نحوست مسلّط کر دیتا ہے؛ اگر دیکھو تو، اسلام تو تمھارے رب کا سیدھا راستہ ہے، جس کے نشان ہائے راہ، نصیحت کے قدر دانوں کے لیے ہم نے اپنے کلام میں واضح کر دیے ہیں۔[مفہوم آیات ۱۲۵ تا ۱۲۶]

نصیحت کے قدر دانوں اور شریر لوگوں کے مختلف انجام

اور قدر دانوں کے لیے تو اُن کے رب کے پاس آخرت کا گھر سراپا سلامتی ہو گا۔ دنیا میں اسلام پر جماؤ اور نیک رَوی کے صلے کی انتہا یہ ہو گی کہ آج اللہ اُن کا سرپرست و قدر دان ہے۔ روزِ محشر، جب اللہ سب لوگوں کو اکٹھا کرے گا تو جنوں سے مخاطب ہو گا: اے جِنوں! تم نے تو بہت انسانوں کو گم راہی اور زیاں کاری میں اپنے ساتھ ملا لیا! انسانوں میں سے جنوں کے شریک کار بتائیں گے کہ اے پروردگار! ہم میں سے ہر ایک نے دُوسرے کو شرارت کے لیے استعمال کیا، اب ہم یہاں عین اُس وقت آ پہنچے ہیں جو تُو نے ہمارے لیے مقرر کر دیا تھا۔ اعلان ہو گا کہ جہنم ہی اب تمھارا مسکن ہے، جہاں تم ہمیشہ جلتے رہو گے۔ اب صرف وہی بچ سکیں گے جن کو اللہ بچانا چاہے گا، بے شک تمھارا رب حکیم و علیم ہے۔ یوں ہم جاہلیت پر فریفتہ لوگوں کو نارِ جہنم میں ایک دُوسرے کا قُرب مہیا کریں گے، اُس کارگزاری کے صلے میں جو اُنھوں نے حق کے مقابلے میں دکھائی .... [مفہوم آیات ۱۲۷ تا ۱۲۹]

جہنم میں ٹھونسے جاتے وقت اِن سے سوال ہو گا، اے گروہِ جن و انس! کیا اِس دن کی ملاقات اور انجام سے ڈرانے، تمھارے پاس میری آیتیں سناتے، خود تم ہی میں سے میرے رسول نہیں آئے تھے؟ وہ عرض کریں گے، ہاں! ہم اپنے خلاف خود گواہ ہیں۔ دیکھو، آج دُنیا کی زندگی میں مستی نے ان لوگوں کو آخرت سے غافل رکھا ہے، کل وہاں خود اپنے کفر پر گواہی دیں گے! اپنے بندوں پر شفیق، تیرا رب بستیوں کو ظلم کر کے ہلاک کرنے والا نہیں اگر اُس کے باشندے حقیقت سے بے خبر ہوں۔ جان لو، کہ روزِ محشر، ہر شخص کا مرتبہ اُس کی کارکردگی کے اعتبار سے ہو گا اور تیرا پروردگار اُن اعمال سے بے خبر نہیں، جو لوگ کرتے ہیں۔ ... [مفہوم آیات ۱۳۰ تا ۱۳۲]

سردارانِ قریش کے لیے رسوائی اور عذاب کے وعدہ کی تکرار

اے محمدؐ، تمھارا رب لوگوں کے ایمان، عبادت و حمایت سے بے نیاز ہے اور رحمت اُس کا شیوہ ہے۔ وہ اگروہ

چاہے تو تمھاری قوم کو ہلاک کر کے دُوسرے جن لوگوں کو چاہے قبولِ دعوت کے لیے لے آئے جس طرح اُس نے تمھیں، کچھ اور لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔ اے سردارانِ قریش! تم سے جس رسوائی اور عذاب کا وعدہ کیا جارہا ہے وہ یقیناً پورا ہونے والا ہے اور تم اللہ کو ایسا کرنے سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتے[111]۔ اے محمدؐ! اپنی قوم سے کہہ دو کہ لوگو! نہیں مانتے تو نہ مانو، تم اپنے طریقے پر چلتے رہو اور میں بھی اپنے مقصد پر عزم کے ساتھ مامور رہا ہوں، جلد ہی معلوم ہو جائے گا کہ کون کام یاب ہوا اور کون ناکام، بہر حال یہ حقیقت ہے کہ ظالم [مشرک اور مفسد] کبھی فلاح نہیں پا سکتے۔ .... [مفہوم آیات ۱۳۳تا۱۳۵]

اللہ کی پیدا کی ہوئی زرعی پیداوار اور مویشیوں میں سے لوگوں نے اللہ کے لیے ایک حصّہ مقرر کیا ہے اور کہتے ہیں یہ اللہ کا ہے۔اِن لوگوں کا بزعم خود کہنا یہ ہے کہ یہ ہمارے ٹھہرائے ہوئے اللہ کے شریکوں کے لیے ہے۔ پھر دورانِ تقسیم کسی ایڈجسٹمنٹ میں، جو حصّہ ان کے ٹھہرائے ہوے شریکوں کے لیے ہے وہ اللہ کو منتقل نہیں ہو سکتا مگر جو اللہ کے لیے ہے وہ ان کے شریکوں کو ضرور مل سکتا ہے؛ دیکھو،اِن کے دماغوں میں اللہ کی کیا قدر ہے! یہ لوگ کیسے بُرے فیصلے کرتے ہیں! .... [مفہوم آیات ۱۳۶تا۱۳۷]

مشرکین کی خانہ ساز شریعت کے مضحکہ خیز اصول اور ضابطے

جب ایک اللہ سے بغاوت کر کے ابلیس کے بندے، اللہ کے دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کرتے ہیں تو اُن کے اصول اور ضابطے اتنے احمقانہ اور سفیہانہ ہوتے ہیں کہ ایک معمولی عقل کے انسان کو بھی وہ پہلی ہی نظر میں مضحکہ خیز نظر آتے ہیں-قریش نے دینِ ابراہیم کے ساتھ یہی سلوک کیا تھا، نہ صرف اللہ کے ساتھ شریک ٹھہرائے بلکہ دین میں نئی نئی باتیں ایجاد کیں جو مشرکانہ بھی تھیں اور انسانوں پر رسومات و رواج کے طوق بھی بن گئیں۔ایسا ہی سلوک موسیٰ علیہ السلام، عیسیٰ علیہ السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کے وارثین نے کیا تھا جن کی اصلاح کے لیے بنی اسرائیل میں مستقل نبی آتے رہے جو انھیں توحید کا سبق یاد دلاتے اور بدعات اور رسومات کے طوق اِن کی گردنوں سے کاٹتے۔اب اللہ نے اپنا یہ آخری نبیؐ قریش کے درمیان بھیجا ہے تاکہ یک بارگی ہر نوع کے شرک کو مٹا دیا جائے اور ساری بدعات و جاہلانہ رسومات کو ختم کر دیا جائے۔

---

111 جیسا کہ مکرر عرض کیا گیا ہے کہ یہ سورہ، اہلِ مکہ سے آخری مکالمہ ہے، یہاں سردارانِ قریش کو بس ایک سَوا سال بعد نازل ہونے والے رسوائی کے عذاب کی پیشگی خبر دی جارہی ہے، جو بدر کے میدان میں اِن کی سرکٹی لاشوں پر مسلط ہونے والا ہے۔

قریش کے درمیان رائج شرک وبدعات کے سفیہانہ اور مضحکہ خیز ضابطوں کا ایک نقشہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے اگلی آیات میں سامنے آرہا ہے۔ایک درد مند دل جب آج مسلمانوں کی حالت پر غور کرتا ہے تو یہ افسوس ناک صورتِ حال سامنے آتی ہے کہ سابقہ امتوں کی مانند یہاں بھی شیطان نے اُسی انداز سے اپنی کارگزاری دکھائی ہے جس طرح پہلی امتوں کے درمیان وہ دکھاتا رہا ہے، تاہم یہ اللہ کا احسان ہے کہ اُس نے اپنی کتاب کو محفوظ رکھا ہے اور ہر طرح کی دست برد سے بچایا ہے، جس کے ذریعے اہل اللہ اور مصلحین ہر دور میں اصلاح امت کے لیے کوشاں رہے ہیں۔

اور سنو، کیا سفیہانہ باتیں کرتے ہیں، کہتے ہیں یہ مخصوص چوپائے اور مخصوص زرعی پیداوار عام لوگوں کے لیے تو ممنوع ہے، مگر بزعمِ خود، وہ کھا سکتے ہیں اور جن کو وہ چاہیں کھلا سکتے ہیں، اسی طرح کچھ مویشی ہیں جن کی پُٹھ کا [پیٹھ کی ہڈی سے چپکا] گوشت حرام ٹھہرادیا ہے اور کچھ دوسرے ہیں جن پر ذبح کرتے ہوئے اللہ کا نام نہیں لیتے، اور اللہ کی جانب اِس حکم کو منسوب کرتے ہیں، کیسا جھوٹ گھڑتے ہیں! جلد ہی اللہ اِن کو اِن افتراپردازیوں کا بدلہ دے گا۔اور کہتے ہیں کہ جو کچھ ان چوپایوں کے پیٹ میں ہے یہ ہمارے مردِ تو کھا سکتے ہیں مگر ہماری عورتوں پر حرام ہے، لیکن اگر وہ پیٹ میں مر جائے تو عورتیں بھی ان کے کھانے میں شریک ہوسکتی ہیں۔یہ سارے فضول اصول، قاعدے انھوں نے گھڑ لیے ہیں۔اللہ کے مقابلے میں اس قانون سازی کی سزا اللہ اِن کو دے کر رہے گا بے شک وہ حکمت والا ہے اور اُسے اِن کے سب کرتوتوں کی خبر ہے۔۔ .... [مفہوم آیت ۱۳۸-۱۳۹]

اگلی آیہ مبارکہ میں شرک کی ایک اہم قسم کا ذکر ہے، جس کو لوگ شرک نہیں جانتے۔ہم آئندہ سطور میں اس آیہ مبارکہ سے اخذ کردہ دو اُصولوں کو بیان کریں گے، پھر اِن اصولوں کی توضیح قتلِ اولاد کی صورتوں کے بیان سے کریں گے، جس کو قرآن مجید نے اِس آیہ میں بیان کیا ہے۔

- 'شریک' سے مراد وہ جاہل سماجی علوم کے ماہرین [شیطان] ہیں جنھوں نے قتلِ اولاد کا قانون بنایا، قانون بنانے اور جائز و ناجائز کی حدود مقرر کرنے کا اختیار تو صرف اللہ کے پاس ہے!
- اللہ کی ہدایت اور آسمانی کتابوں کی رہ نُمائی سے منہ موڑ کر انسانوں کے بنائے ہوئے قانون کو برحق سمجھنا قانون بنانے والوں کو گویا خدا ماننا ہے اور اُن کی پابندی اُن کی عبادت واطاعت کا ہم معنی ہے۔

ہم اوپر مذکورہ اِن دونوں بیانات کی توضیح کے لیے قتل اولاد کے ماضی اور حال کو دیکھیں گے تاکہ

بات سمجھ میں آسکے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ نے کیوں کر اس فعل کو شرک قرار دیا ہے۔

عرب کے معاشرے میں اولاد کو قتل کرنے کی تین صُورتیں رائج تھیں، جو کسی نہ کسی طور آج کے معاشروں میں بھی پائی جاتی ہیں۔ لیکن اِن سے یہ نہ سمجھا جائے کہ سارے بچے قتل کردیے جاتے یا بتوں کے آگے قربان کردیے جاتے ہیں یا ساری ہی لڑکیاں زندہ دفن کردی جاتی تھیں۔ جس طرح آج ہمارے پاکستان اور پڑوسی ملک انڈیا میں جہیز نہ لانے پر عورتوں کو اُن کے سسرال والے اور شوہر زندہ جلا دیتے ہیں یا پولیس والے گھروں سے خواتین کو اُٹھا کر لے جاتے اور کام نکالنے کے بعد قتل کرکے پھینک دیتے ہیں، یا چھوٹی لڑکیوں کو بہلا پھسلا کر لے جاتے اور زیادتی کے بعد قتل کرکے لاش کچرے پر پھینک دیتے ہیں۔ یورپ اور امریکا میں بھی ایسے اور اس سے زیادہ بھیانک واقعات ہوتے ہیں۔ لیکن اِن سارے واقعات کا یہ مطلب نہیں کہ آج دنیا میں لڑکیوں کا زندہ رہنا ختم ہوگیا اور نوجوان لڑکوں کو شادی کے لیے دلھنیں ملنی بند ہوگئیں اور دنیا سے بچے ناپید ہوگئے۔ بات بس اتنی ہے کہ ایسا بھی ہو جاتا ہے اور اصلاح کی ضرورت ہے۔ یہی بات عرب معاشرے میں تھی۔ حجاز میں آباد اہلِ کتاب سے ماسوا سارے عربی النسل لوگوں نے اسلام قبول کرلیا، لیکن صرف ایک واحد فرد کی رپورٹ ہے کہ اُس نے زمانہ جاہلیت میں اپنی بیٹی کو زندہ دفنایا تھا۔ عرب میں تین وجوہات یا اُن کے خود ساختہ اصولوں کی بنا پر قتل اولاد کی گنجایش قابلِ قبول اور ناقابلِ سزا و ملامت تھی، اور یہ حرکت شاذ و نادر تھی، بہیمیت کی وہ انتہا ہرگز نہ تھی جو آج ہمارے اور یورپی معاشروں میں روا ہے۔ ماضی میں بھی اور حال میں قتلِ اولاد کی تین صورتیں ہیں:

---

۱. معاش کی تنگی کی بنا پر اور اس خوف سے کہ اِن کی پرورش کے لیے وسائل کہاں سے آئیں گے، بچّوں کا قتل روا تھا۔

۲. بچّوں کو اپنے معبُودوں کی خوشنودی کے لیے بھینٹ چڑھانا۔

۳. لڑکیوں کا قتل کہ داماد وں کے سامنے ذلیل نہ ہونا پڑے یا دشمن اپنے بستروں کے لیے لڑکیاں اُٹھا لے جائیں اور وہ بے عزت ہوجائیں۔

اگر ہم جائزہ لیں تو بدلی ہوئی صورتوں میں یہ تینوں چیزیں آپ کو آج بھی مل جائیں گی۔ ایک پُر

کشش سوال کے جواب میں کہ کار خریدنی ہے یا ایک بچہ پالنا ہے؟ لوگوں نے فیملی پلاننگ کی آڑ میں ضبط ولادت اور اسقاط حمل اتنا زیادہ اپنا لیا ہے کہ زمانہ جاہلیت کے عربوں نے اس کا دسواں اور سواں حصہ بھی نہ کیا ہوگا۔ شادی کے دائرے سے باہر پیدا ہونے والے نومولودوں کی لاشیں ہمارے شہروں کے کچرے کے ڈھیروں پر ملنا ایک عام بات ہے۔ ایدھی اور اس طرح کے دوسرے رفاہی اداروں نے اپنے دفاتر کے آگے اس اعلان کے ساتھ جھولے ڈالے ہوئے ہیں کہ آؤ اپنے ناجائز اور منصوبے کے بغیر زاید پیدا ہو جانے والے بچوں کو قتل نہ کرو اِن جھولوں میں ڈال جاؤ۔ چائنا میں جب ایک سے زیادہ اولاد جرم قرار پائی تو کروڑوں کی تعداد میں بطن مادر ہی میں لڑکیوں کا اسقاط کیا گیا اور پیدا ہوتے ہی لڑکیوں کی سانس کی نالی میں روئی رکھ کر مارا گیا، یہ کاروائی اس حد تک گئی کہ ملک میں لڑکوں کی شادیوں کے لیے لڑکیاں کم پڑ گئیں۔ اسی طرح ہندو تہذیب میں لڑکیوں کو پیدا ہوتے ہی مارنے کا رواج ہے، خاص طور سے جب گھر میں پہلے ہی سے ایک لڑکی موجود ہو۔

انڈیا اور پاکستان کے مزاروں اور خانقاہوں میں جھولے لعل، چھوٹے سر والے فاتر العقل بے شمار مل جائیں گے، یہ وہ نومولود بچے ہیں جنھیں بھینٹ چڑھانے کے لیے اُن کے ماں باپ نے آستانوں اور مزاروں پر لا کر چھوڑ دیا اور اُن کو لوہے کی ٹوپیاں پہنا کر، خصوصی تکنیک سے بالکل ہی چھوٹے سر والے اور چھوٹے قد والے جھولے لعل تیار کیے جاتے ہیں، جو مزاروں کے متولیوں کی آمدنی کا ذریعہ ہوتے ہیں۔

دامادوں کے نخرے اور جہیز کی رسم اور مَردوں کی خطاؤں اور اُن سے دشمنی کے انتقام میں اُن کے گھر کی خواتین کو بازاروں میں برہنہ گھمانے اور اجتماعی زیادتی کرنے کا چلن تو جمہوریہ پاکستان میں ایک عام سی بات ہے۔ اِن چیزوں نے اچھے اچھے صوم و صلوٰۃ کے پابند مسلمانوں کو لڑکی کی پیدائش پر غمگین اور افسردہ دیکھا ہے اگر رواج میں اُن کو ذرا موقع ملتا تو یہ اُن کو زندہ دفن کرنے سے نہ چوکتے۔ جن لال بجھکڑوں نے یہ رسم و رواج ایجاد کیے اور معاشروں میں اِن کو رائج کیا اُنھوں نے خدا بننے کا جرم کیا، وہ خود اصول و قانون بنانے والے بن بیٹھے، یہ قانون سازی کے معاملے میں اللہ کے حقوق اور اختیارات پر ڈاکہ ڈالنا ہے، یہ ڈاکہ اسی طرح ہے کہ کوئی فرعون بن کر اپنے آگے سجدہ کروائے اور اپنی عبادت کروائے۔

اسی طرح جن لوگوں نے اِن رسم و رواج اور سماج کے آگے ہتھیار ڈالے اور کسی طور قتلِ اولاد کے مرتکب ہوئے، اُنھوں نے گویا اللہ کے مقابلے میں اِن قانون بنانے والوں کو اپنا الٰہ اور معبود بنالیا۔

یقیناً وہ لوگ نقصان ہی میں رہے جنھوں نے اِن بزعمِ خود معبود بن بیٹھنے والے خداؤں کے ایما پر اور ساتھ اپنی بھی بغاوت، جہالت و نادانی کی بنا پر اولاد کو قتل کیا اور اللہ کے عطا کردہ رزق کو اللہ پر جھوٹی تہمتیں لگا کے حرام ٹھہرالیا[112]۔ یقیناً وہ بھٹک گئے اور راہِ راست پانے والوں میں سے نہ ہوئے۔ وہ اللہ ہی ہے جس نے طرح طرح کے باغات، ایسے بھی جن کی بیلیں مچان پر چڑھائی جائیں [جیسے انگور] اور ایسے بھی جہاں اِس کی ضرورت نہیں اور کھجور کے باغات پیدا کیے، کھیتیاں اگائیں جن سے قسم قسم کے اناج، سبزیاں اور دیگر ضروریاتِ زندگی حاصل کرتے ہو۔ اور اللہ ہی نے زیتون، انار اور طرح، طرح کے پھل دار درخت پیدا کیے جن کے پھل، شکل و صُورت میں ملتے جلتے اور مزے میں مختلف ہوتے ہیں۔ جب اِن پر پھل آئے اور تم فصل کاٹو، اللہ کا حق [فی سبیل اللہ ناداروں کا حصہ] ادا کرنے کے ساتھ[113]، اُن کی پیداوار سے بفراغت کھاؤ اور فائدہ اٹھاؤ، مگر فضول ضائع نہ کرنا کہ اللہ اسراف کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ پھر وہی ہے جس نے چوپایوں میں اونچے قد کے اور چھوٹے قد کے جانور پیدا کیے، پس جو کچھ اللہ نے تم کو دیا ہے اُسے کھاؤ اور اُس سے خوب متمتع ہو مگر شیطان کی پیروی نہ کرنا کہ وہ تمھارا کھلا دشمن ہے۔

.... [مفہوم آیات ۱۴۰ - ۱۴۲]

مویشیوں کے آٹھ نر و مادہ ہیں؛ اے محمدؐ! [اللہ کے مقابلے میں قانون ساز بن جانے والے] اِن بوجھ بجھکڑوں سے پوچھو کہ یہ پہلے چار بھیڑوں، بکریوں سے جو ہیں، اللہ نے کیا دونوں کے نر حرام کیے ہیں یا مادہ، یا وہ بچے

---

۱۱۲ تاریخِ انسانی کے ہر دور میں بدباطن مذہبی بالائی طبقے یا علمائے سو کا یہ وطیرہ رہا ہے کہ اپنے مفادات کو حاصل کرنے کے لیے یا پیسے لے کر دوسروں کے مفادات کو پورا کرنے کے لیے قوانین اور ضابطے بناتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی جانب سے ہیں۔

۱۱۳ کھیتی کی زکوٰۃ مراد ہے، جس وقت یہ آیات نازل ہوئی تھیں مکہ میں مسلمان زراعت نہیں کرتے تھے [بے آب و گیاہ شہر مکے میں زراعت تھی ہی نہیں] یثرب میں لوگ ابھی حال ہی میں مسلمان ہوئے تھے، اُن پر آغاز ہی میں کوئی معین بوجھ نہیں ڈالا گیا بلکہ صرف اس آیت سے ترغیب ہے کہ اللہ کا حصہ نکالا جائے۔ نبی ﷺ نے بعد میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ نے کن کن اموال میں کتنی کتنی زکوٰۃ مقرر کی ہے۔ کھیتی کی زکوٰۃ جس کا یہاں تذکرہ ہے ہم جانتے ہیں مقرر ہے۔ پھلوں پر بھی زکوٰۃ فرض ہے۔ کھیتی اور پھلوں یا کہیے کہ زراعت پر زکوٰۃ کی ادائیگی ایک سال گزرنے کی شرط سے مشروط نہیں ہے۔ غلے کی زکوٰۃ فصل کٹنے اور کھجور کی زکوٰۃ پھل چنے جانے پر واجب ہوتی ہے۔ پھر زرعی اجناس ایک مرتبہ زکوٰۃ کی ادائیگی کے بعد اگر کئی سال بھی پڑی رہیں تو اُن پر مزید زکوٰۃ نہیں بشرطے کہ وہ تجارت کے لیے نہ رکھی گئی ہوں۔

جو مادہ بھیڑوں اور بکریوں کے پیٹ میں ہوں؟ کہو کہ ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ بتائیں [گپ نہ ہانکیں، اٹکل نہ چلائیں] اگر سچے ہیں۔ .... [مفہوم آیت ۱۴۳]

اور اسی طرح دوسرے چار اُونٹوں اور گایوں سے، جو ہیں، اللہ نے کیا دونوں کے نر حرام کیے ہیں یا مادہ، یا وہ بچّے جو اُونٹنیوں اور گایوں کے پیٹ میں ہوں؟ کہو کہ ذرا ٹھیک ٹھیک علم کے ساتھ بتائیں [۱۱۴]۔ پھر پوچھو کہ کیا تم اُس وقت حاضر تھے جب اللہ نے تم کو یہ احکامات دیے؟ تو پھر اُس شخص سے بڑھ کر ظالم اور کون ہوگا جو اللہ کی طرف جھوٹی باتیں منسُوب کرے، یوں لوگوں کو گم راہ کرنے کے لیے بغیر کسی علم کے 'رہ نُمائی' کرے۔ بے شک اللہ ظالموں کو راہ نہیں دکھاتا۔ .... [مفہوم آیت ۱۴۴]

اے محمدؐ! ان کو بتائیں کہ جو کتاب اللہ کی جانب سے میرے پاس آئی ہے، میں تو اُس میں ایسی کوئی بھی چیز نہیں پاتا جو کسی بھی کھانے والے [مرد ہو یا عورت] پر حرام ہو، مگر گنتی کی صرف یہ چار [۱۱۵]: مردار، بہتا ہوا خون، سُور کا گوشت [کہ وہ شدید ناپاک ہے] اور شدید بغاوت و نافرمانی کا مظہر؛ اللہ کے سوا کسی اور کے لیے نامزد کی گئی کوئی چیز [۱۱۶]۔ پھر اگر کوئی شخص بہ حالتِ مجبُوری بغیر کسی نافرمانی کے ارادے کے اِن میں سے کوئی چیز کھالے شرط یہ کہ وہ حدِ ضرورت و مجبوری سے ہرگز تجاوز نہ کرے، تو یقیناً تمھارا پروردگار معاف کرنے اور رحم فرمانے والا ہے۔

.... [مفہوم آیت ۱۴۵]

البتہ حرمت کے اس قانون میں ایک اضافے کا معاملہ ذرا الگ ہے۔ جو لوگ یہودی بنے، اُن پر ہم نے تمام ناخن والے جانور حرام کر دیے تھے، اور گائے اور بکری کی چربی بھی حرام کر دی تھی، سوائے اُس چربی کے جو اُن کی

---

۱۱۴ اِن من گھڑت قوانین کی مضحکہ خیزی کو واضح کرنے کے لیے جوابی بات ہے۔

۱۱۵ کیا صرف اور صرف یہی چار چیزیں حرام ہیں؟ اہلِ علم نے اس آیتِ کریمہ میں مذکورہ محرمات پر حصر کے بارے میں مختلف آراء کا اظہار کیا ہے، کیوں کہ اِن کے علاوہ بھی محرمات سنت رسول اللہ ﷺ سے قطعی طور پر ثابت ہیں جن کا یہاں ذکر نہیں ہے، مثلاً کچلیوں والے درندے، پنجے سے شکار کرنے والے تمام پرندے وغیرہ۔ بعض اہلِ علم کہتے ہیں کہ یہ آیتِ کریمہ ان زاید چیزوں کی تحریم سے قبل نازل ہوئی ہے۔

۱۱۶ مزاروں پر اور آستانوں پر یعنی مزار میں مدفون یا آستانوں سے منسلک 'بزرگان' کی خوش نودی کے لیے جو جانور قربان کیے جاتے ہیں وہ اللہ ہی کا نام لے کر ذبح کیے جاتے ہیں، مگر چوں کہ وہ غیر اللہ کے لیے نام زد کیے گئے أُهِلَّ لِغَيْرِ اللهِ بِهِ کے ذیل میں آجاتے ہیں۔ مزاروں اور آستانوں کے مجاور أُهِلَّ کے معانی حلال کرنا یا ذبح کرتے وقت تکبیر کہنے کو بتاتے ہیں، جب کہ اس کے معانی نام زد کرنا ہے چاہے وہ جانور ہو یا مٹھائی جو چڑھائی جائے، اگر معبودانِ غیر اللہ کی رضا و خوشنودی کے لیے نذر گزاری گئی، قرآن کی رو سے حرام ہے۔

پیٹھ یا اُن کی آنتوں سے چپکی ہوئی ہو یا ہڈی سے لگی ہو۔ اُن پر یہ پابندی ہم نے ان کی سرکشی کی سزا کے طور پر عائد کی تھی اور یہ سب کچھ، ہم بالکل سچ بتا رہے ہیں۔ پس، اگر یہود تمھیں جھٹلائیں تو اُن کو بتا دو کہ تمھارے رب کا دامنِ رحمت وسیع ہے [سو، معافی چاہو اور پلٹ آؤ] اور جان لو کہ مجرموں پر سے اس کے عذاب کو ٹالا نھیں جاسکتا۔

.... [مفہوم آیات ۱۴۶ - ۱۴۷]

یہ مشرک تمھاری دعوت کے جواب میں ضرور کہیں گے کہ اگر اللہ چاہتا تو نہ ہم اور نہ ہی ہمارے باپ دادا شرک کرتے اور نہ ہی ہم کسی چیز کو حرام کرتے۔ اِن سے پہلے گزری نسلوں نے بھی ایسی ہی باتیں چھانٹی تھیں اور نبیوں کی دعوت کو جھٹلایا تھا یہاں تک کہ انھوں نے ہمارے عذاب کا مزا چکھ لیا۔ ان سے پوچھو کہ اپنے طریقوں اور نظریات کے لیے کیا تمھارے پاس کوئی سند ہے جسے پیش کر سکو؟ تم تو محض گمانوں اور اوہامات پر چل رہے ہو اور محض اٹکل سے باتیں بناتے ہو۔ اِن کو بتاؤ تمھاری ان ساری بودی باتوں کے مقابلے میں حقیقت تک پہنچانے والی بات [دلیل و برہان] تو اللہ کے پاس ہے، پھر اگر اللہ چاہتا تو تم سب کو ضرور ہدایت دے دیتا۔.........

.... [مفہوم آیات ۱۴۸ - ۱۴۹]

آپ ان سے کہیے کہ اس بات کی شہادت دینے والے گواہ لاؤ جو گواہی دیں کہ اللہ ہی نے اِن چیزوں کو حرام کیا ہے۔ پھر اگر وہ جھوٹی شہادت دے دیں تو تم ہر گز یقین نہ کرنا[۱۱۷] اور ہر گز اُن لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کرنا جنھوں نے ہماری نازل کردہ آیات کا انکار کیا ہے، آخرت کے انکاری ہیں، اور اپنے رب کا ہم سر، ساجھی اور شریک ٹھہراتے ہیں۔ .... [مفہوم آیت ۱۵۰]

تعمیر سیرت کے لوازم

ایک مسلمان کی سیرت میں مطلوبہ اوصاف پہلے بھی مختلف سورتوں میں بیان ہوئے ہیں جن پر ۹۲ویں باب میں تفصیل سے گفتگو ہو چکی ہے۔ یہ صفات سب سے پہلے نبوت کے پانچویں برس میں سُوۡرَةُ الۡمُؤۡمِنُوۡن میں قَدۡ أَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ کے عنوان سے مومنین کی فلاح کی ضمانت بنیں، پھر ساتویں برس میں سُوۡرَةُ الۡفُرۡقَان میں عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ کے اوصاف موسوم ہوئیں، پھر بارھویں برس میں سُوۡرَةُ الرَّعۡد کے أُولُوا الۡأَلۡبَابِ کی دانش کی نشانی قرار پائیں، پھر تیرھویں برس میں سُوۡرَةُ بَنِیۡٓ اِسۡرَآئِیل میں قَضٰی رَبُّكَ کے ذیل میں ربّ العالمین کا حکم قرار پائیں اب ۱۴ویں برس کے آغاز میں سُوۡرَةُ النَّحۡل میں إِنَّ اللّٰهَ يَأۡمُرُ کے

۱۱۷ جب منکرین سے کسی کام کی سند مانگی جاتی تو وہ کتاب کے بجائے اہلِ کتاب کی تاویلات، اپنے بزرگوں کی تصانیف اور باپ دادا کے اعمال کو حجت کے طور پر پیش کرتے، قرآن کہہ رہا ہے کہ اِن کے ان دعووں کو قبول نہ کرنا۔

تحت مطلوب سیرت و کردار کے وہ بنیادی نکات بیان ہوئے ہیں جنھیں ہر جمعے کے خطبے میں امام ہمیں سناتا ہے۔ مکّے میں آخری مرتبہ اور اس برس دوسری مرتبہ یہاں سُوۡرَۃُ الۡاَنۡعَام میں اِن میں سے چند کا پھر اعادہ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ کے عنوان سے مومنین پر عائد پابندیوں کے طور پر ہو رہا ہے۔ ایک بات جو تدبر سے سمجھ میں آسکتی ہے وہ یہ ہے کہ تدریج زمانہ میں اچھی صفات کو اختیار کرنے کے لیے ربُّ العالمین نے ہر مرتبہ پہلے سے زیادہ شدید الفاظ کا انتخاب کیا ہے۔ قَدۡ اَفۡلَحَ الۡمُؤۡمِنُوۡنَ ۔۔۔ » عِبَادُ الرَّحۡمٰنِ ۔۔۔ » اُولُوا الۡاَلۡبَابِ ۔۔۔ » قَضٰی رَبُّکَ ۔۔۔ » اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ ۔۔۔ » مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ

اے محمدؐ! ان سے کہو کہ آؤ میں سُناؤں کہ تمھارے رب نے تم پر کیا پابندیاں عائد کی ہیں، سنو وہ یہ ہیں کہ:

- اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو اور والدین کے ساتھ نیک سلوک کرو
- اور اپنی اولاد کو اضافی معاشی دباؤ کے خوف سے قتل نہ کرو، تمھاری معیشت بھی ہمارے ذمے ہے، اولاد کو بھی ہم ہی دیں گے۔
- بے شرمی و بے حیائی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاؤ، خواہ وہ بالکل عیاں ہوں یا پوشیدہ۔
- جس جان کو اللہ نے محترم ٹھہرایا ہے قتل نہ کرنا، مگر حق کے ساتھ۔
- یہ وہ امور ہیں جن کی اس نے تمھیں تاکید کی ہے، شاید کہ تم عقل و فہم اور فرماں برداری کا مظاہرہ کرو۔ [مفہوم آیت ۱۵۱]
- اور یہ کہ یتیم کے مال کو ہرگز استعمال نہ کرنا، مگر احسن طریقے سے عدل و انصاف کے ساتھ، یہاں تک کہ وہ بلوغت و سمجھ داری کو پہنچ جائے۔[۱۱۸]
- ناپ تول/لین دین میں پورا انصاف کرو، ہم کسی پر بھی اُس کے امکان بھر ہی بوجھ ڈالتے ہیں۔
- اور جب کسی معاملے میں گواہی یا فیصلے یا رائے دینے کی نوبت ہو تو انصاف کی بات منہ سے نکالنا خواہ کوئی تمھارا رشتہ دار ہی سامنے کیوں نہ ہو۔
- اور اللہ سے کیے عہد کو پُورا کرو۔[۱۱۹]

---

۱۱۸ یہ اس امر کی دلیل ہے کہ یتیم بالغ ہونے سے قبل اپنے مال میں تصرف نہیں کر سکتا، اس کے سرپرست کو مال میں احسن طریقے سے تصرف کرنے کا اختیار حاصل ہے۔ سرپرست کو مال میں تصرف کی یہ اجازت یتیم کے بالغ ہونے پر ختم ہو جائے گی۔

۱۱۹ مفسرین کی رائے کے مطابق اس میں وہ معروف عہد بھی شامل ہیں جو اللہ کے بندوں سے کیے جائیں۔

• ان باتوں کی ہدایت اللہ نے تمھیں کی ہے شاید کہ تم نصیحت قبول کرو۔ ....[مفہوم آیت ۱۵۲]

اگلی آیات کا مطالعہ کرتے ہوئے کوئی یہ باور ہی نہیں کر سکتا کہ یہ ایک ایسے گروہ سے خطاب ہے جو مکے میں اپنے دشمنوں کے نرغے میں ہے،اِن کی ناطاقتی کا عالم یہ ہے کہ یہ اپنی مساجد تک نہیں بنا سکتے۔ زمین پر نہ اِن کا اقتدار ہے اور نہ ہی کسی اقتدار کی پشت پناہی حاصل ہے کہ یہ اپنے اصول وضوابط کو وہاں نافذ کر سکیں۔

غلبہ دین کا وقت قریب آ لگا ہے

دیکھیے اگلی ہی آیت میں یہ کہا جارہا ہے کہ 'دینِ اسلام' پر چلنا، کسی دین system and code of life پر چلنے کے لیے تو کسی معاشرے یا مملکت میں اُس گروہ کی تہذیبی برتری درکار ہوتی ہے، قوتِ نافذہ یا کم از کم اُس کی پشت پناہی درکار ہوتی ہے، بظاہر اس وقت مکے میں تو ایسی کوئی چیز نہیں ہے! پھر کہا جارہا ہے کہ اگر ایسا نہ کیا تو 'تمھاری جمعیت کو پراگندہ کر دیں گے' سوال یہ ہے کون سی جمعیت؟ مکے کے مختلف قبیلوں میں منتشر ایمان قبول کرنے والے افراد کو مقتدر جمعیت نہیں کہا جا سکتا ہے، جو ابھی ایک مسجد تعمیر نہ کر پائے تھے۔

دراصل زمین پر تمکنت اور عرب و عجم پر اقتدار کے جو وعدے گزشتہ دس برس[۱۲۰] سے کیے جا رہے تھے اب اُن کے پورا ہونے کا وقت قریب آ گیا تھا۔اللہ کے رسول ﷺ کو اور آپؐ کے جاں نثار متبعین دوستوں کو یقین تھا کہ جمعیت کی شیرازہ بندی، اقتدار کی پشت پناہی اور دینِ اسلام کا زمین کے ایک ٹکڑے پر قیام و نفاذ کا وقت قریب آ لگا ہے۔

اس لیے جب یہ آیات مکہ کے آخری ایّام میں نازل ہوئی ہوں گی تو کسی اہلِ ایمان کو اِن میں وہ اجنبیت، مغائرت یا الفاظ و انداز پر بے یقینی کی کیفیت محسوس نہ ہوئی ہو گی جو کسی بھی اس وعدے سے ناواقف یا اس وعدے پر یقین نہ رکھنے والے کو ہو سکتی تھی۔ آج جب اِن آیات کو پڑھا جاتا ہے تو چوں کہ پورا پسِ منظر سامنے نہیں ہوتا تو یہ سوالات اور ابہامات پیدا نہیں ہوتے جن پر ہم نے اوپر گفتگو کی ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ آیات جب قریش و یہود نے سُنی ہوں گی تو اُنھیں بھی یہ غیر حقیقی اس لیے محسوس نہیں ہوئی ہوں گی کہ وہ بھی، بظاہر بے یقینی ہی سے سہی لیکن دلوں میں چھپی مرعوبیت کے ساتھ اسلام کے بڑھتے ہوئے سیلِ رواں کو دیکھ رہے تھے۔ یہی وجہ تھی کہ اِن آیات کے نزول کے چند ہی ہفتوں بعد جب وہ 'اسلام کا علاج' کرنے دار الندوہ میں

---

۱۲۰ دس برس اس لیے کہ یہ وعدے پہاڑی کے وعظ کے بعد سے کیے گئے، اعلانِ نبوت کے تین برس بعد۔

جمع ہوئے تھے تو وہ محمد بن عبداللہ [ﷺ] کے قتل سے کم کسی دوسری تجویز پر اس لیے اتفاق نہ کر سکے کہ جلا وطنی یا قید کسی بھی صورت میں دین اسلام کے متبعین سے خطرہ تھا کہ وہ اپنے لیڈر کو چھڑا لے جائیں گے۔

نیز اللہ کا یہ فرمان ہے کہ دین اسلام ہی میرا سیدھا راستہ ہے لہٰذا تم اِسی پر چلنا اور دُوسرے رستے اختیار نہ کرنا، جو یقیناً تمھاری جمعیت کو پراگندہ کر دیں گے [۱۲۱]۔ یہ تمھارے رب کی طرف سے تمھیں وصیت ہے، شاید کہ تم تقوے اور پرہیزگاری پر قایم رہو۔ اس سے قبل ہم نے اپنی نعمت پوری کرنے کے لیے بھلائی کی روش اختیار کرنے والے اپنے بندے موسیٰؑ کو تورات دی جس میں ہر ضروری چیز کی تفصیل اور سراسر ہدایت و رحمت تھی، شاید کہ اُس کے لوگ [بنو اسرائیل] موت کے بعد اپنے رب سے ملاقات پر ایمان لائیں۔.. [مفہوم آیات ۱۵۳-۱۵۴]

سورہ میں اہلِ مکہ سے اختتامی خطاب

یہاں سے روئے سخن اہلِ ایمان سے ہٹ کر قریشِ مکہ کی جانب منتقل ہو رہا ہے

لوگو! [جس طرح موسیٰؑ پر کتاب نازل کی تھی ہم اُسی طرح] یہ بڑی ہی برکت والی کتاب [تمھارے درمیان محمدؐ پر] نازل کر رہے ہیں! پس، لازم ہے کہ تم اِس کتاب کا اتباع کرو اور اللہ سے ڈرتے ہوئے صالح روش اختیار کرو، تاکہ تم پر رحم کیا جائے [۱۲۲]۔ اے قریشیو! تمھارے لیے اب یہ کہنے کی گنجایش نہیں کہ کتابیں تو ہم سے پہلے

۱۲۱ جب تک نظامِ خلافت میں دین ایوان ہائے اقتدار سے جاری اور نافذ ہوتا رہا اور جب تک مسلمانوں کی ایک قابلِ ذکر تعداد اللہ سے ڈرتے ہوئے صالح روش پر قایم رہی اور زُہد کے نام پر نئے طریقے اور طریقت ایجاد نہ ہوئی اُس وقت تک جمعیت مجتمع رہی جب ایک مرتبہ دین میں نئی ایجادات و بدعات کا دروازہ کھلا اور خلافت، ملوکیت میں تبدیل ہوئی تو مسلمانوں کی جمعیت گروہ در گروہ مختلف فرقوں اور سلسلوں میں پراگندہ ہو گئی، جمعیت کے پراگندہ ہو جانے کا قرآن کا دیا گیا ڈراوا متشکل ہو کر، ایک حقیقت بن کر سامنے آ گیا۔

۱۲۲ غور فرمائیے کہ اللہ نے ایمان کی دعوت کے ساتھ اُس پر لبّیک کہنے والوں پر رحمت کی دو شرائط رکھیں، اوّل یہ کہ وہ اس کتاب، قرآن مجید کا اتباع کریں اور ثانیاً یہ کہ اللہ سے ڈرتے ہوئے صالح روش اختیار کریں۔ امت مسلمہ ایک طویل عرصے حق کی علم بردار اور ایک عالم میں سرخ رو رہی، پھر ہوا یہ کہ پہلے اقتدار کے نشے میں صاحبانِ اقتدار اللہ سے اور اُس کی پکڑ سے بے خوف ہوئے پھر زُہد کے نام پر بدعات و طریقوں کا ایک نیا دین ایجاد ہوا، دوسری جانب صاحبانِ جبہ دستار نے فتنوں کی سرکوبی اور صاحبانِ اقتدار کو سیدھا کرنے کے بجائے اپنی انا اور نفس کی اتباع میں اللہ سے بے خوف ہو کر اپنی تاویلات اور فہم کتاب وسنت کو حرف آخر جانا اور دوسروں کو ضال و مضل اور جاہل و گم راہ ٹھہرایا پھر اسلام اور کتاب اللہ کی ترویج و اشاعت کے بجائے اپنے حلقے اور اپنی مساجد و مدارس کی توسیع کے لیے لوگوں سے چندہ جمع کرنے میں لگ گئے، گزشتہ ایک ہزار سال سے امت کی قیادت کی اکثریت کا یہ حال ہے اور وہ اللہ کی رحمت سے دور گروہ بندیوں میں پھنسی ہے۔ اللہ کا شکر ہے کہ اس ساری ابتر

کی دو جماعتوں [یہود اور نصاریٰ] کو دی گئی تھیں، اور ہم ان کے پڑھنے پڑھانے سے بالکل بے خبر رہے اور اگر تم اِس کتاب کی پیروی نہ کرو تو تمھاری جانب سے اب یہ کہنے کی بھی کوئی گنجایش نہیں کہ اگر ہم پر کتاب نازل کی گئی ہوتی تو ہم ان سے [یہود اور نصاریٰ سے] زیادہ ہدایت کی قدر کرنے والے ہوتے۔ تمھارے پاس تمھارے رب کی طرف سے ایک دلیلِ روشن اور ہدایت اور رحمت آ گئی ہے، اب اُن سے بڑھ کر کون ظالم ہو گا جو اللہ کی کتاب کی تکذیب اور اُس میں دیے گئے احکامات کی نافرمانی کرے۔ جو لوگ ہمارے کلام سے اعراض کرتے ہیں اُنھیں اس ناقدری کی پاداش میں ہم بدترین سزا دے کر رہیں گے۔ .... [مفہوم آیات ۱۵۵-۱۵۷]

اب اندازِ خطاب بتا رہا ہے کہ جو کہنا سننا تھا وہ تیرہ برسوں میں پورا ہوا، اب انجام کا انتظار ہے کہ اس دعوت پر لبیک کہنے والوں اور اس کو رَد کر دینے والوں میں سے کون سرخ رو ہوتا ہے ور کون خائب و خاسر رہتا ہے۔ پوچھا جا رہا ہے کہ کیا تمھیں قربِ قیامت پر دلالت کرنے والی نشانیوں کا انتظار ہے؟ جب یہ ظاہر ہو جائیں گی تو پھر ایمان لانا سود مند نہ ہو گا! اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ کے بہت سارے افعالِ اختیاری [مثلاً استویٰ علی العرش، آسمانِ دنیا پر اللہ تعالیٰ کا نازل ہونا وغیرہ] کا اثبات ہے، یہ اس معاملے میں مسلمانوں کی فکر کی دلیل ہے۔

اہلِ مکہ کے درمیان انھی کی قوم میں سے ایک صاحب کتاب رسول آ جانے کے بعد کیا اب لوگ اس انتظار میں ہیں کہ ان کے سامنے فرشتے آئیں، یا تیرا رب ہی خود آ جائے، یا تیرے رب کی صریح نشانیاں ظاہر ہو جائیں؟۔ جس دن تیرے رب کی ایسی صریح شہادت سامنے لائی گئی تو پھر کسی کا ایمان لانا سود مند نہ ہو گا، سوائے پہلے ایمان لانے والے ایسے اہلِ ایمان کے، جنھوں نے ایمان کے بعد اعمالِ صالحہ بھی کیے ہوں۔ اے محمدؐ! اپنی قوم سے کہہ دو کہ ٹھیک ہے، اب تم بھی انتظار کرو، ہم بھی منتظر ہیں۔ .... [مفہوم آیت ۱۵۸]

سورہ میں اہلِ ایمان سے اختتامی نصیحتیں

روئے سخن دوبارہ اہلِ ایمان کی جانب ہوتا ہے، اُنھیں مستقبل میں اپنے دَورِ عروج میں داخلے کے موقع پر اپنے دین میں تفرقہ ڈالنے اور فرقے، فرقے بن جانے سے منع کیا جا رہا ہے۔ اگلی آیت بہت وضاحت سے تفرقہ بازی اور تمام اصولی اور فروعی معاملات میں اختلاف پیدا کرنے سے روکتی ہے۔ سلسلہ گفتگو میں کانٹے

صورت حال کے باوجود ہر دور میں اللہ سے ڈرنے والے لوگ اُمت کو دوبارہ صحیح نہج پر لانے کی کوششیں کرتے رہے ہیں اور کر رہے ہیں، حق و باطل کی یہ کشمکش امتِ مسلمہ کے فرد، فرد لیے ایک آزمایش بن گئی ہے کہ وہ کیا رویّہ اختیار کرتا ہے۔

کی نصیحت یہ ہے کہ ابراہیمؑ کی مانند یکسو ہو کر ہر شرک سے بے زار و مجتنب رہو اور تمھاری نماز، تمھاری ساری عبادتیں، تمھارا جینا، مرنا، سب کچھ ایک ہی اللہ کے لیے ہونا چاہیے جو رب العالمین ہے، جس کا کوئی بھی ساجھی اور شریک نہیں۔

اہلِ ایمان یہ جان لیں کہ جن لوگوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا اور فرقے، فرقے بن گئے یقیناً اُن سے تمھارا کچھ واسطہ نہیں ہوگا، اُن کا معاملہ تو اللہ کے حوالے ہے، پھر وہی ان کو خبر دے گا کہ انھوں نے دنیا میں کیا کچھ کیا ہے۔ اہلِ ایمان کو مزید یہ خوش خبری ہو کہ جو کوئی روزِ قیامت اللہ کے سامنے، ایک نیکی لے کر آئے گا وہ دس گنا اجر پائے گا، اور جو بدی لے کر آئے گا اس کو اتنی ہی سزا دی جائے گی جتنی کہ اُس نے بُرائی کی ہو گی، کسی پر ظلم نہ کیا جائے گا۔ اے محمدؐ! کہو میرے رب نے میری بالکل سیدھے راستے کی جانب رہ نمائی کی ہے، ابراہیم کی ملت کے دینِ قیم کی طرف، جسے یکسُو ہو کر اُس نے اختیار کیا تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔ اےs محمدؐ، مشرکین سے برملا کہو کہ میری نماز، میری ساری عبادت، میرا جینا اور میرا مرنا، سب کچھ ایک ہی اللہ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے، جس کا کوئی بھی ساجھی اور شریک نہیں۔ اسی اعلانِ اطاعت اور انکارِ طاغوت کا مجھے حکم دیا گیا ہے، چناں چہ میں سب سے پہلے سرِ اطاعت جھکانے والا [اور طاغوت کا باغی] بنتا ہوں۔ [مفہوم آیات 159-۱۶۳]

اختتام سورہ پر [بہ زبانِ رسالت] اختتامی کلمات

میرے اس واضح اعلان کے بعد بتاؤ، کیا میں اللہ کے سوا کسی اور کو مالک و پالن ہار بنالوں حالاں کہ وہی ہر چیز کا خالق، مالک اور پالن ہار ہے؟ میں نے تم تک اللہ کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہے، سنو، ہر شخص جو کچھ اعمال کرتا ہے اللہ کے پاس، اُس کا ذمہ دار وہ خود ہے، کسی کے [نیک ہوں یا بد] اعمال کا بوجھ [ثواب ہو یا عذاب] کوئی دُوسرا اُٹھا کر نہیں لے جاسکتا، پھر انجامِ کار تم سب کو اپنے رب ہی کی طرف تو پلٹنا ہے، اُس وقت وہ تمھارے جھگڑوں کو چکا دینے والی آگہی دے گا وہی ہے جس نے انسان کو زمین پر خلافت [اقتدار] عطا کی اور اُن میں سے بعض کو بعض کے مقابلے میں فضیلت دی، تاکہ جو کچھ سامانِ امتحان تم کو دیا ہے اس کی مطابقت سے تمھاری آزمائش کرے۔ بے شک تمھارا رب جلد سزا دینے والا بھی ہے اور بہت در گزر کرنے اور رحم فرمانے والا بھی ہے۔ .... [مفہوم آیات ۱۶۴-۱۶۵]

☆☆☆☆☆